تتلی

شیریں حیدر





مکمل ناول

تتلی

شیریں حیدر

دوستوں سے بہ مشکل جان چھڑا کر میں اپنے کمرے کی طرف بڑھا، دل ارمانوں سے بھرا ہوا تھا، وہی ارمان جو اس دن ہر دولھا کے دل میں بیدار ہوتے ہیں۔ بابا اور خالہ جان کو سلام کر کے میں نے اپنی بہنوں کو بھی خدا حافظ کہا اور جواب میں اُن کی طرف سے دلچسپ تبصرے سن کر مسکراتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا۔

''ذرا سنبھل کر بھائی......'' دروازے سے

نکلتے ہوئے جو ذرا پاؤں لڑکھڑایا تو ایک بہن کی آواز آئی، میں پلٹ کر مسکرایا اور کہا۔

”آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے......“

کمرے میں داخل ہوتے وقت دھڑکنوں کی رفتار کسی بھی رفتار ماپنے والے پیمانے کی حد سے کہیں زیادہ تھی۔ کمرے میں داخل ہوا تو وہ صوفے پر بیٹھی تھی، اسے روایتی گھونگٹ کاڑھے بیٹھا دیکھ کر مجھے حیرت سی ہوئی...... میں نے تو سن رکھا تھا کہ وہ بہت مختلف سی لڑکی تھی اور میں توقع کر رہا تھا کہ وہ پیاری سی لڑکی شاید مختلف انداز سے میرا انتظار کر رہی ہوگی مگر یوں سر جھکائے اور گھونگٹ گرائے بیٹھے دیکھ کر دل ہی دل میں ہنسی بھی آئی اور کئی فلمی مناظر میری نظروں کے سامنے گھوم گئے...... میں ہولے سے چلتا ہوا اس کے قریب ہی رکھے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا، اسے سلام کیا، ہلکی سی آواز میں جواب ملا۔ کمرے میں کم روشنی اور ہلکی، ہلکی موسیقی نے کافی خوابناک سا ماحول بنا رکھا تھا۔

”میں اپنے گھر میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں نتالیہ...... اور بتانا چاہتا ہوں کہ آج سے یہ گھر اور اس گھر کے مکیں اور ان کے دل...... سب تمہارے ہوئے......“ گھونگٹ کی آڑ میں ہلکی سی حرکت ہوئی۔

”تمہارا حق مہر، پانچ لاکھ روپے ہے، جسے میں نے نقد کے بجائے اس انگوٹھی کی شکل میں تمہیں ادا کرنے کا سوچا، یہ تمہاری منہ دکھائی بھی ہے اور حق مہر بھی، اس کی قیمت تمہارے حق مہر سے دُگنی ہے...... جب تم اس انگوٹھی کو دیکھو گی تو تمہیں احساس ہوگا کہ تم میری ہو، میرا سب کچھ تمہارا ہی ہے نتالیہ......“ میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما اور انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنانے ہی لگا تھا کہ اس نے ہاتھ یوں کھینچا کہ جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔ ”کیا ہوا نتالیہ؟“

”ک...ک کچھ نہیں......“ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

”تم ٹھیک تو ہو؟“ میں نے سوال کیا۔

”تمہاری طبیعت......“

”ہوں...... ٹھیک ہوں میں......“ پھر اس نے اپنا ہاتھ خود ہی آگے بڑھا دیا، میں نے انگوٹھی پہنا... اور اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا...... گھونگٹ کے... سے ایک سسکی سنائی دی...... سسکی، جس نے میرے سارے جذبات سرد کر دیے...... ایسی ہی سسکی... کسی اور عورت نے لی ہوگی، میرا چہرہ دیکھ کر...... میرا ہاتھ دیکھ کر ہی سسک اٹھی تھی...... وہ دوسری عورت میری ماں تھی۔

☆☆☆

میرا نام سرمد ہے...... میری پرورش کبریٰ خالہ کی گود میں ہوئی جو ہمارے ہاں ملازم تھیں اور انہوں نے ہی مجھے بتایا تھا کہ میں پانچ بیٹیوں کے بعد منتوں مرادوں سے پیدا ہوا مگر جانے کیا ہوا کہ ایک بے داغ خاندان میں میری ولادت ایک دھبا ثابت ہوئی...... مجھے نہلا کر جب ماں کی آغوش میں دیا گیا تو میری ماں سسکی نہیں، چیخ اٹھی تھی۔

”یہ میرا بچہ نہیں ہوسکتا، اسپتال والوں نے میرا بچہ تبدیل کر دیا ہے۔“

”میں یہیں تھی ساجدہ......“ میری سگی خالہ نادرہ نے میری ماں کو تسلی دی۔ ”بچہ ہمارا ہی ہے، تم پریشان نہ ہو، اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں بیٹا دیا۔“

”ایسے بیٹے سے تو میں چھٹی بیٹی پیدا کر لیتی......“ ماں نے کہا تو خالہ نے تڑپ کر مجھے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ ”میرا بیٹا ایسا سیاہ رنگت کا کیسے ہو سکتا ہے؟“

”اللہ کی بنائی ہوئی چیز ہے ساجدہ...... تم نے منتوں مرادوں سے اس سے بیٹا مانگا تھا، کبھی گورے کالے کی شرط بھی کوئی رکھتا ہے اللہ کے سامنے۔“

”مگر ہمارے خاندان میں کوئی ایسا بچہ کئی نسلوں میں نہ ہوا ہوگا نادرہ......“ ماں نے خالہ سے کہا تھا۔

”ہو سکتا ہے کہ ہُوا ہو...... ہمیں کیا معلوم کہ ہماری پچھلی نسلیں کیسی تھیں، ہم نے تو اپنے دادا تک کو نہیں دیکھا ساجدہ۔“

”ہماری نسل میں یہ کھوٹ اس کے باپ کی طرف سے آیا ہے نادرہ...... انہی کے خاندان میں کوئی اس طرح سیاہ رنگت کا ہوگا۔“

”اچھا ان فضول اور بیکار کی باتوں کو چھوڑو اور دودھ پلاؤ بچے کو......“ نادرہ خالہ نے جب مجھے ماں کی طرف بڑھایا ہوگا تو اسے بھی اسی طرح کرنٹ لگا ہوگا جس طرح آج نتالیہ کو لگا تھا...... اس نے مجھے دودھ پلانا تو کجا...... گود میں لینے سے بھی انکار کر دیا تھا، کیسی ماں تھی وہ، موت اور حیات کی جنگ لڑ کر جو کچھ اس نے جیتا تھا، اسے چھونے تک کی تمنا اس میں نہیں جاگی تھی۔ بابا نے ماں سے اختلاف کیا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ مجھے دودھ پلائیں...... اختلاف اس حد تک بڑھا کہ اماں ابا کا گھر چھوڑ کر اپنی بیٹیوں کو لے کر چلی گئیں۔

سب نے یہی سوچا ہوگا کہ چند دن کا بخار ہے، اتر جائے گا، خاموشی اختیار کی مگر یہ بخار تو کیا اترتا اماں کی طرف سے طلاق اور بیٹیوں کے اخراجات مقرر کرنے کا مطالبہ آن پہنچا، میں اسپتال میں ہی کبریٰ خالہ کی گود میں پہنچ گیا تھا جو بابا کے ہاں کب سے ملازمہ تھیں، انہیں مکمل طور پر میری پرورش کی ذمے داری سونپ دی گئی۔ بابا نے اماں کا مطالبہ تو مان لیا مگر بیٹیوں کے حصول کے لیے لڑی گئی طویل قانونی جنگ ہار گئے...... کیونکہ سب بہنوں نے ماں کی تحویل میں رہنے کے آپشن کو چُنا تھا...... ان کا ماہانہ خرچ بندھ گیا اور اماں نے تھوڑے عرصے کے بعد دوسری شادی کر کے بیٹیوں کو بھی داغِ جدائی دے دیا، وہ ننھیال میں پلنے لگیں اور میں کبریٰ خالہ کی گود میں......

تیرا نام

دوستی کا جب بھی احترام لکھا جائے گا.
تیرا نام اے جاناں! اعلیٰ مقام لکھا جائے گا

تمناؤں کی آرزو ہے میری
چاہتوں کا بے حاصل مقام لکھا جائے گا

تو جس سمت کو موڑے میں بھی چل دوں
کہ ہر راہ پہ کہاں قیام لکھا جائے گا

شاعرہ: ثمر احمد، کراچی

نادرہ خالہ بیوہ اور بے اولاد تھیں...... انہوں نے میری بہنوں کی پرورش کا ذمہ اٹھا لیا، بابا نے ان کے لیے اپنا رشتہ بھیجا، یہ سوچ کر کہ اسی بہانے ان کی بیٹیاں بھی ان کو مل جائیں گی مگر اماں کی مخالفت اور میرے ماموؤں کی انا نے ایسا نہ ہونے دیا اور یوں ہر چیز اسی طرح اپنے، اپنے مقام پر رہی۔ کبریٰ خالہ نے مجھے یہ سارے واقعات تفصیل کے ساتھ اتنی بار بتائے تھے کہ مجھے ازبر ہو گئے تھے اور ماں سے نفرت کی جڑیں میرے اندر گہری سے گہری ہوتی چلی گئیں...... بابا نے میری پرورش بہت مثبت انداز میں کی۔

اسکول میں جاتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں ugly duckling تھا، اسی نام سے سب مجھے پکارتے تھے، کوئی میرا دوست نہیں تھا، کلاس میں، میں اپنے بنچ پر تنہا بیٹھتا تھا، استاد بہت شفیق تھے اور بچوں کو سرزنش بھی کرتے مگر اس سے مجھے اور بھی ہتک محسوس ہوتی۔ میں نے کتابوں میں گھس کر اپنی ایک الگ دنیا بسا لی، کتابوں سے محبت نے مجھے ایک ایسا طالب علم بنا دیا کہ جس پر استاد اور اسکول سب فخر کرتے تھے، بڑی جماعتوں میں پہنچا تو نسبتاً ایسے کلاس فیلوز سے پالا پڑ گیا جو میرے پہلے دوست

بنے، میری رنگت نے انہیں ''متاثر'' نہ کیا اور وہ سب میری قابلیت کے گرویدہ تھے، جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ انہیں کیا لالچ تھا، میرے نوٹس...... مگر کچھ دے کر اگر مجھے دوست مل گئے تھے تو سودا برا نہ تھا۔

انٹر اسکول کے بعد انٹر کالجیٹ مقابلوں، یونیورسٹی لیول ہو یا بین الصوبائی تقریری مقابلوں کا کوئی ایوارڈ اس پنڈال سے کوئی اور نہ لے جا سکا جس میں، میں موجود ہوتا...... سرمد جلال...... کامیابی اور ذہانت کا دوسرا نام تھا۔

صرف تعلیمی ہی نہیں...... مالی لحاظ سے بھی میں ان سب سے بہتر تھا اس لیے دوستیاں بڑھنے اور پھلنے لگیں۔ یہاں کی تعلیم سے فارغ ہوا تو بابا نے مجھے پردیس جانے کا سندیسہ سنایا، بابا سے دوری کسی طور گوارا نہ تھی مگر انہی کے اصرار پر مجھے انگلینڈ جانا پڑا، جہاں ایک اور ہی جہاں آباد تھا، میری رنگت کسی کو نظر ہی نہ آتی تھی، سب میری قابلیت کے گن گاتے...... حالانکہ وہاں کسی کو میرے نوٹس کا لالچ بھی نہ ہوتا۔

لڑکیاں بھی تھیں میرے ساتھ اور وہ بھی مجھے کبھی حقارت سے نہ دیکھتیں، میں سوچتا کہ کاش میری ماں بھی انہی جیسی سوچ کی ہوتی تو میری زندگی میں یہ کمی نہ ہوتی۔ بابا نے مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی، میری خاطر انہوں نے نادرہ خالہ کا رشتہ نامنظور ہونے کے بعد کسی سے شادی کرنے کا پھر کبھی سوچا تک نہیں تھا۔ ماں کا خانہ خالی تھا میری زندگی میں، کبریٰ خالہ بھلا کہاں پُر کر سکتی تھیں اس خلا کو؟ میں کب ان سے ایسی محبت کر سکتا تھا جو میں اس ماں سے کرتا جو مجھے اپنے دودھ پر پالتی، اپنی گود میں کھلاتی، میری خاطر راتوں کو جاگتی، اپنا آرام اور سکون تج دیتی۔

کئی لڑکیوں نے میری طرف دوستی کی حد پار کرنے کو ہاتھ بڑھایا مگر میری رگوں میں ایک شریف باپ کا خون اور ذہن میں اس کی کی گئی نصیحتیں ہمیشہ تازہ رہتیں...... لڑکیاں میرے اس اجتناب کی وجہ سے مجھ میں اور بھی کشش محسوس کرتیں انہیں کب کسی نے یوں رد کیا ہوگا بھلا۔ میں وہاں تعلیم کے حصول کے لیے گیا تھا اور اپنی قابلیت اور بابا کی دعاؤں کے طفیل وہاں میں نے اپنی کامیابی کے خوب جھنڈے گاڑے تھے۔ گوروں کے دیس کی ہواؤں نے مجھ پر بھی اثرات مرتب کیے تھے، میری سیاہ رنگت شاید ایسی سیاہ نہ رہی تھی اور عمر کے ساتھ میں ایک نوعمر لڑکے سے بھرپور جوان میں تبدیل ہو چکا تھا، کسرتی جسم اور لباس پہننے کا سلیقہ میری بھدی شخصیت کو ایک پُرکشش شخصیت میں بدل چکا تھا۔ کئی ہاتھ میری طرف بڑھے مگر میں نے کسی کی حوصلہ افزائی تک نہ کی۔

☆☆☆

وطن واپس لوٹا تو لگا کہ ملک میں لوگوں کی سوچ بدل چکی ہے...... مگر جلد ہی اندازہ ہوا کہ لوگوں کی سوچ نہیں بلکہ میری شخصیت، میرا مقام اور میری اہمیت بدل چکی ہے۔ بابا نے اپنا سارا کاروبار میرے حوالے کر کے خود کو ریٹائر کر لیا تھا، میرے ساتھ ہر روز شام کو ایک سیشن ہوتا جس میں وہ مجھ سے دن بھر کی کارکردگی کا پوچھتے اور مجھے بتاتے کہ کہاں کیا اس سے بہتر ہو سکتا تھا...... وہ میرے لیے باپ کے علاوہ بہترین دوست بھی تھے، استاد اور میرے رہنما بھی، میں نے زندگی کے سارے درس انہی سے سیکھے تھے...... میں نے حالات سے لڑنا انہی سے سیکھا تھا۔ اب میں انہیں دیکھتا تو دکھ ہوتا کہ انہوں نے میرے بغیر کئی سال کیسے تنہا گزارے ہوں گے...... کاش انہوں نے اس وقت شادی کر لی ہوتی جب میں چھوٹا تھا، یوں تو وہ اب بھی ایسے اسمارٹ تھے کہ انہیں کوئی نہ کوئی رشتہ مل جاتا اور میں باتوں، باتوں میں ان سے کہتا تو وہ ہنس پڑتے اور

کہتے کہ اب ان کا نہیں بلکہ میری شادی کا وقت ہے......

جس طرح بابا نے میرے لیے اپنی زندگی تج دی تھی اسی طرح مجھے بھی ان کی محبت کا بدلہ دینا تھا...... مجھے ان کی تنہائی بانٹنا تھی...... شادی کے نام سے یوں بھی ڈرتا تھا کہ میری بیوی اگر میری ماں کی طرح نکلی تو میں مزید ٹوٹ جاؤں گا۔ میں شادی کر لیتا تو بابا مزید تنہا ہو جاتے، حالانکہ وہ کہتے تھے کہ انہیں تنہائی کی عادت ہو گئی تھی مگر جوں جوں ان کی عمر بڑھے گی ان کی صحت بھی متاثر ہو گی اور انہیں میری ضرورت اس سے بھی زیادہ ہو گی۔

''ہم ایک دوسرے کے سہارے زیادہ بہتر زندگی گزار سکتے ہیں بابا۔''

''ارے نہیں پگلے...... مجھے اب زندگی تمہاری خوشیوں کے ساتھ گزارنی ہے، تمہاری بیوی سے خدمت کروا کے، تمہارے بچوں کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر ٹہلتے ہوئے......'' بابا کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا تھا۔

''بھاگ جائیں بابا......'' میں نے ہنس کر کہا تھا۔ ''اس دور میں اس طرح کی بہویں ناپید ہو چکی ہیں۔''

''ارے کیوں......'' بابا نے منہ بسورا۔ ''میں ڈھونڈ کر لاؤں گا ایسی ہی پیاری بہو اپنے بیٹے کے لیے۔''

''بابا...... آپ میری بات مانیں، نادرہ خالہ کو اب بھی یہاں لے آئیں......'' میں نے ان سے درخواست کی۔ ''میں گیا تھا ان سے ملنے...... بہنوں کی شادیوں کے بعد وہ بالکل تنہا ہو گئی ہیں، اپنی بھابیوں کے رحم و کرم پر پڑی ہیں، اکیلی رہ گئی ہیں وہ۔''

''کہاں ملے تھے تم انہیں؟'' بابا نے حیرت سے پوچھا، وہ کبھی نہیں چاہتے تھے کہ میں اپنی ننھیال جاؤں، جہاں میری ایک دن بھی پذیرائی نہیں ہوئی تھی، مجھے اپنی بیٹی کی اولاد ہی نہ سمجھا تھا انہوں نے...... مگر وہ سمجھتے بھی کیسے جب ان کی بیٹی نے نہیں سمجھا تھا تو وہ کیونکر میری قدر کرتے۔

بابا نے سب بہنوں کی شادیوں میں کسی مہمان کی طرح شرکت کی تھی، وہ بھی شاید اس لیے کہ انہوں نے سارے اخراجات برداشت کیے تھے، بہنوں کو قدر آئی مگر بہت بعد میں...... اماں نے کسی کی شادی میں شرکت کی اور کسی میں وہ اپنی مجبوریوں کے باعث نہ آ سکی تھیں، اب باپ کی قدر کر کے وہ کیا کر لیتیں کہ اب تو اُن کی اپنی سسرالیں ہی ان کے گھر تھے، ان سب کے رشتے نادرہ خالہ نے طے کیے تھے اور اچھی جگہوں پر کیے تھے...... یہ سب باتیں خالہ نے مجھے اس ملاقات میں بتائی تھیں جو ہماری ایک شاپنگ مال کے فوڈ کورٹ میں ہوئی تھی۔

میری نظریں انہیں تلاش رہی تھیں کہ وہ مجھ سے آ کر لپٹ گئیں۔

''آپ نے کیسے پہچانا مجھے خالہ؟'' میں نے سوال کیا تھا۔ ''میری رنگت سے ناں؟''

''فضول باتیں نہ کر، میری جان...... تم تو میرے لیے دنیا کے سب سے پیارے بیٹے ہو، سب سے انوکھے۔''

''انوکھا تو میں ہوں البتہ پہلے جُملے سے مجھے انکار ہے......'' میں نے ہنس کر کہا تو انہوں نے میرے کاندھے پر چپت لگائی، میری روح کی گہرائی تک اس چپت میں چھپا ہوا پیار اتر گیا۔

''ایسی باتیں کر کے میرا دل نہ دُکھایا کرو......''

''جس کی ماں......'' میرے حلق میں پھندے پڑنے لگے۔ ''اس سے بڑا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟''

''جس کی ماں دنیا کی سب سے بڑی بے وقوف عورت ہو......'' خالہ نے اپنے آنسو پونچھے۔ ''اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے اس عورت کی کہ وہ اس کے بعد ماں ہی نہیں بن سکی......''

''ماں تو وہ کبھی نہیں بنی تھیں خالہ...... انہوں نے تو

صرف بچے پیدا کیے تھے، وہ تو جانور بھی پیدا کر لیتے ہیں مگر...... جانوروں کو بھی تو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے چاہے وہ جیسے بھی ہوں۔" میرا دل کرب سے بھر گیا، آئس کریم کھاتے ہوئے خالہ سے باتیں ہوئیں، بار بار سوچتا تھا کہ میری اماں خالہ جیسی کیوں نہ تھیں۔ خالہ نے اپنے کئی دکھ میرے سامنے کھولے تھے۔

☆☆☆

بابا کو منانا بہت مشکل کام تھا مگر میں نے انہیں منا کر ہی دم لیا، نادرہ خالہ ہمارے گھر منتقل ہو گئیں مگر اس کے لیے انہیں بابا کے ساتھ شرعی رشتے میں بندھنا پڑا اور یوں ان دونوں کو عمر کے اس حصے میں ایک دوسرے کی رفاقت مل گئی جس نے ان دونوں کا مسئلہ حل کر دیا اور مجھے بھی خوشی محسوس ہوئی، میں تنگ نظر بھی نہ تھا، بابا جب بھی شادی کر لیتے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔

پہلے بابا اکیلے میری شادی کے خواہاں تھے اب خالہ ان کے ساتھ تھیں، مہم تیز ہو گئی تھی تو میں نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔

"چاند سی دلہن لاؤں گی میں اپنے لعل کے لیے۔"

"پلیز خالہ...... چاند جیسی ہی لائیے گا......"

میں نے بے ساختگی سے کہا۔ "کوئی نہ کوئی داغ ہو اس میں، بالکل چاند کی طرح۔"

"داغ کیوں ہو اس میں اللہ نہ کرے......"

"تاکہ اسے میرے تن کے داغ اور میری کمزوریاں بری نہ لگیں...... اس کا ظرف کتنا بھی بڑا ہو خالہ مگر جسے اس کی ماں نے دھتکار دیا ہو اسے کوئی اور لڑکی تب تک قبول نہ کرے گی جب تک اس لڑکی میں خود کوئی کمزوری نہ ہو...... چاہے کوئی بیوہ ہو یا مطلقہ خالہ...... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"اب تم بے وقوفی کی باتیں بند کرو گے یا مار کھاؤ گے مجھ سے......" خالہ کوشش کے باوجود اپنے آنسو نہ چھپا سکیں۔ "اللہ نے تمہارے لیے کوئی اتنی اچھی لڑکی رکھی ہو گی کہ تم اپنے سارے دکھ بھول جاؤ گے۔"

"بابا اور آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کوئی دکھ نہیں ہے خالہ......" میں نے انہیں ساتھ لپٹا لیا، ان کے وجود سے میرے لیے ممتا ہی ممتا جھلکتی تھی۔

اس کے بعد خالہ نے اپنی زندگی کا مقصد ہی میرے لیے لڑکیوں کو تلاشنا کر لیا تھا، اٹھتے بیٹھتے وہ میرے سامنے اپنے اس روز کی مصروفیات بیان کرتیں، کہاں کہاں وہ رشتے دیکھنے گئیں اور انہیں کس رشتے پر کیا اعتراض ہوا، کس لڑکی میں انہیں کیا پسند نہ آیا...... میں اس تفصیل کو سنتا اور ہنس دیتا، باتیں سنتے سنتے نیند آنے لگتی تو میں انہیں شب بخیر کہتے ہوئے بس اتنا ہی کہتا کہ وہ اپنا مشغلہ جاری رکھیں۔

☆☆☆

میرا نام نتالیہ ہے...... میں چھ بہنوں میں آخری تھی اور اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ سب حسن میں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں، میں عام شکل صورت کی حامل تھی۔ بچپن سے ہی مجھے خود پر پڑتی نظریں محسوس ہوتیں جن میں ترس اور ہمدردی ہوتی، کوئی میرے منہ پر کہہ بھی دیتا اور میں کڑھ کر رہ جاتی۔ بچپن سے جوانی کی حدود میں قدم رکھا تب تک میری تین بہنیں بیاہ چکی تھیں، میں نے اپنی کمزوریوں کو اپنی تعلیمی کارکردگی کے پردے میں چھپا لیا تھا، کامیابیوں پر کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ رہی تھی...... بہنیں میٹرک پاس کرتیں تو رشتوں کی لائنیں لگ جاتیں، کسی نہ کسی کے نام قرعہ نکل آتا اور اپنے حسن کے بل بوتے پر انہوں نے عمر کے اس حصے میں ہی اپنی زندگیوں میں وہ مقام اور مرتبے حاصل کر لیے تھے جن کے لیے عام لڑکیاں سالوں جدوجہد کرتی ہیں۔

کالج میں پہنچی تو باقی دو بھی بیاہی جا چکی تھیں میری ماں اتنی خوش قسمت عورت تھیں کہ ان کے سب داماد عہدوں، مرتبوں اور سیاسی مقام میں ایک دوسرے کی ٹکر کے تھے، بڑے بڑے خاندانوں میں ان کے سمدھیانے تھے، ابا کی سرکاری ملازمت.. معقول تو تھی مگر ایسی نہ تھی کہ انہیں ایسے عالی شان رشتے اپنی بیٹیوں کے لیے ڈھونڈے مل جاتے۔ میری فکر میں اماں مری جاتی تھیں۔ "اسے کون پوچھے گا؟" یہ وہ فقرہ تھا جس کی تسبیح وہ بلا ناغہ دن میں دس بیس دفعہ کرتی تھیں...... میں اس گھر کا واحد نمونہ تھی جو کسی کو بھاتا ہی نہ تھا، واحد لڑکی جس کے توسط سے اس چھ بیٹیوں کے گھر میں پہلی بار رشتے کروانے والیوں کو آمدورفت کا موقع ملا تھا۔

اماں مجھ سے محبت تو کرتی تھیں مگر دل سے یہ احساس نہ جاتا کہ میری کم صورتی جانے مجھے کیا، کیا دکھ دکھائے گی۔ میں بظاہر اماں کی باتوں کو نظر انداز کرتی مگر ان کا کہا ہوا ایک، ایک حرف میرے دل پہ نقش ہو جاتا تھا، کم صورتی نے مجھے بدمزاج بھی بنا دیا تھا...... بہنوں میں سے جو کوئی مجھے یہ سمجھانے کی کوشش کرتی کہ میں اپنی شخصیت کو خوب صورت نہ ہونے کے باوجود بھی کس طرح بہتر بنا سکتی ہوں تو میں انہیں سنا ان سنا کر دیتی اور کہتی کہ وہ اپنے حال میں خوش رہیں اور میری فکر میں نہ مریں۔

تنہائی میں اپنا جائزہ لیتی تو اندازہ ہوتا کہ اگر میرے مزاج کا چڑچڑا پن کم ہو جاتا، میرے ماتھے کی تیوریاں ختم ہو جاتیں، خود ترسی سے نکل آتی تو شاید واقعی کچھ فرق پڑ جاتا...... یہ سب وہ نکات تھے جو بہنیں مجھے بتاتیں اور میں ان پر توجہ نہ دیتی مگر ان کی باتیں دل میں تو اترتی تھیں ناں۔

☆☆☆

یونیورسٹی میں، میں نے اپنی قابلیت کے جھنڈے گاڑ دیے...... بڑے بڑے قابل طالب علموں کی دال میرے آگے نہ گلتی تھی، میں نے اپنی کمزوریوں کو جان لیا اور اپنی طاقت کے بوتے پر

انہیں نظروں کے سامنے سے ہٹا دیا، کوئی میری کم صورتی کا نام بھی نہ لیتا تھا، ہر کوئی میرے گریڈز کی بات کرتا، میری ذہانت کی مثالیں دیتا، میری قوتِ گفتار اور فطانت کا ذکر کرتا۔ نتالیہ نام...... ذہانت کی علامت بن چکا تھا۔ یونیورسٹی میں ایک دو لڑکوں نے لائن مارنے کی کوشش کی تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کھلنڈرے اور عیاش تھے اور ان کا مقصد مجھ سے دوستی کر کے فقط امتحان کے دنوں میں میرے نوٹس سے فائدہ اٹھانا تھا، ایسی لڑکی میں ہرگز نہ تھی کہ خود کو کھلونا بننے دیتی، ایک عزتِ نفس ہی تو تھی میرے پاس۔

☆☆☆

سب سے اچھا دور وہ تھا جب ہم سب چھوٹے

چھوٹے تھے اور سب کزنز ہمارے ہاں آیا کرتے تھے، ہم چھٹیاں اکٹھے گزارتے اور وہ تین ماہ ہماری زندگیوں کے یادگار مہینے بن جاتے۔ پیڑوں کی چھاؤں میں دوپہریں بِتانا، کھیل کھیلنا، آنکھ مچولی، للن مٹی، گڑیوں کی شادیاں، کسوٹی۔

نمک مرچیں لگا کر کچے آم، کچے امرود اور کچے پکے جامن کھانا...... اس عمر میں سب کزنز میں گروپ بن جاتے، کچھ دوستی کی بنا پر اور کچھ پسندیدگی کی بنا پر۔ فقط میں ہی تھی جس سے نہ کوئی دوستی کرنا چاہتا تھا نہ محبت۔

ہر کھیل میں، میں دونوں ٹیموں کا سانجھا کھلاڑی ہوتی کیونکہ کوئی مجھے مکمل اپنی ٹیم میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ بچپن کی یہ دوستیاں اور معصوم محبتیں کہیں کہیں ہی پنپ سکیں، زیادہ تر عمر کے ساتھ ختم ہو گئیں، میری بہنیں اپنی ان معصوم محبتوں کو تیاگ کر اپنے حسن کے بوتے پر دولت اور امارت کے پلڑے میں تل گئیں۔

بچپن میں ہم نے ایک دوسرے کے کھیل کے نام رکھے ہوئے تھے، جو کسی نہ کسی پس منظر کے ساتھ تھے، اچھا ہوا کہ یہ نام عمر کے اسی حصے میں رہ گئے اور ہم نے انہیں بھلا دیا، کبھی کبھار ان ناموں اور ان کے پس منظر کی یاد آتی ہے تو ہنسی نکل جاتی ...... بھنڈی، کھٹی، تتلی، چڑیا، بدلی، چونا، کچالو، شامی، کوئل، دھوپ، سرہانہ، مرچی، کاجل اور ایسے ہی نام! یہ سہانا دور کیسے بیت گیا، اس دور میں دوسروں کی کج ادائیاں تو محسوس ہی نہ ہوتی تھیں، اتنا ہی کافی تھا کہ ہر کھیل میں ہر کوئی شریک ہوتا، ہر چوری اور شرارت مل کر کی جاتی اور سب ایک دوسرے کے ہم خیال ہونے کے ساتھ ساتھ رازداں بھی ہوتے۔

معصوم محبتوں کا پنپنا بھی ممکن ہوتا کہ ہر کوئی اس راز کو بڑوں کے کانوں تک پہنچنے سے روکتا، میں دوسروں کی رازدار تو رہی مگر میرا کوئی رازدار نہ تھا، میں کبھی کسی کی اور کبھی کسی کی یک طرفہ محبت کے حصار بنا کر بیٹھ جاتی اور اپنے محبوب کی اداؤں پر قربان ہوتی رہتی، کبھی ہمت ہی نہ ہوئی کہ اظہار کرتی، بچپن بیت گیا اور ساری محبتیں تتلی کے رنگوں کی طرح چھوٹ گئیں۔

سب لوگ اپنی، اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے، خاندان کی کسی تقریب میں ملاقات ہوتی تو بچپن کو یاد کیا جاتا، ایک دوسرے کی بے وقوفیوں کے قصے دہرائے جاتے، بڑی بوڑھیوں کو فکر ہوتی کہ میری عمر نکلتی جا رہی تھی اور میرے ساتھ کی لڑکیاں کئی بچوں کی مائیں بن چکی تھیں۔

"اس لیے خالہ کہ ان کی زندگیوں کا مقصد ہی بیاہ کرنا اور بچے پیدا کرنا تھا......" میں چڑ کر گستاخی سے کہتی۔ میں اس معاملے میں بہت حساس ہو جاتی تھی، ایسا نہیں کہ میرے لیے کبھی کوئی رشتہ نہیں آیا تھا، نہ ہی یہ کہ مجھے کوئی پسند ہی نہ آتا تھا بلکہ کسی کو میں پسند نہ آتی تھی، زیادہ تر معاملات میں ایسا ہی تھا۔

☆☆☆

شبینہ ماسی اس روز ہمارے ہاں آئیں تو اُن کی سانس خوشی سے پھول رہی تھی۔ "بس اب سمجھو کہ یہ میرا آخری پھیرا ہے...... نتالیہ کے جوڑ کا رشتہ میں نے ڈھونڈ لیا ہے...... لڑکے کی اماں تو مجھے عمرہ کروا رہی ہے...... تم بتاؤ کیا دو گی؟" اپنے منہ میں سموسہ ٹھونستے ہوئے انہوں نے کہا تو اماں سوالیہ نظروں سے ان کا منہ دیکھنے لگیں۔

"خالہ کوئی بہرہ، لولا، لنگڑا یا اندھا تو نہیں......؟" میں نے صوفے پر لیٹ کر ٹی وی دیکھتے ہوئے ان سے سوال کیا۔

"اسے کہو کہ اپنی زبان سنبھال کر بات کیا کرے، کنواری لڑکیوں کو یوں اپنے رشتوں کے معاملات میں دخل اندازی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔" خالہ کو برا لگا تھا۔

"دراصل میں خالہ...... ابا کی وفات کے بعد اب میں ہی تو ہوں اس گھر میں جس سے اماں مشورہ کرتی ہیں، چاہے وہ میری ہی شادی کا معاملہ ہو...... ویسے خالہ کیا شادی شدہ لڑکیاں بھی اپنی شادی کی باتیں کرتی ہیں؟" میں نے ہنسی دبا کر کہا۔ "اس لیے لڑکے کے بارے میں جو بھی سوال ذہن میں آئے گا وہ تو پوچھنا ہی پڑے گا، ابا ہوتے تو ان معاملات کی تفتیش وہ کر لیتے۔"

"تم تو منہ بند ہی رکھو بیٹا، جانتی نہیں ہو کہ کس گھر سے رشتہ لائی ہوں......" خالہ نے دوسرا سموسہ اٹھایا۔ "کیا ہی تمہاری بہنوں کے خاندان امیر ہوں گے جو ان کا ہے...... کاروباری گھرانا ہے اور اکلوتا لڑکا......" میرا دل ایک بار تو ضرور دھڑکا۔

"تو انہیں کیا مجبوری ہو گئی خالہ...... ایسی جگہ رشتہ کرنے کی؟ بتیس سالہ لڑکی، جس کے ساتھ کی لڑکیاں اب جوان بچوں کی مائیں ہیں......" میں نے خاندان کی عورتوں کی کہی ہوئی بات دہرائی۔

"یوں تو نہ کہو بیٹا، اللہ نے تمہارے لیے مناسب وقت اور مناسب بر ضرور رکھا ہو گا...... انشاءاللہ" اماں نے فوراً کہا۔ "تم لے کر آؤ ان لوگوں کو شبینہ...... دینے دلانے میں کوئی کسر نہیں رکھوں گی انشاءاللہ۔"

☆☆☆

ایک خوب صورت سے ادھیڑ عمر جوڑے کو دیکھ کر میرے ذہن میں ایک تصویر ابھری...... کیسا بانکا سجیلا بیٹا ہو گا ان کا...... میں منتظر تھی کہ وہ کوئی تصویر وغیرہ ساتھ لائے ہوں گے یا کہیں گے کہ لڑکا لڑکی سے ملنا چاہتا ہے...... مگر...... کہا بھی تو کیا۔

"لڑکا ہماری خواہش پر سر جھکا کر، جہاں ہم کہیں گے وہیں شادی کرنے کو تیار ہے اسے لڑکی کو دیکھنے کی بھی خواہش نہیں ہے، البتہ آپ چاہیں تو لڑکی کو لڑکا دکھا دیں، اس کی تصویر چاہیے تو وہ ہم بھجوا دیتے ہیں۔"

اب وہ اتنے پُراعتماد تھے تو اماں کیا کرتیں، ان سے کوئی بات نہ بن پڑی، نہ ہی وہ کہہ سکیں کہ لڑکے کی تصویر بھجوا دیں۔

"آپ آئیں کسی وقت ہماری طرف...... ہمیں تو بچی پسند آئی ہے، آپ بھی آ کر ہمارا بیٹا دیکھ لیں۔" انہوں نے اماں کو دعوت دی اور میں لوٹ کر رہ گئی...... وہاں کون سا اماں مجھے ساتھ لے کر جائیں گی جو میں لڑکے کو دیکھ پاؤں گی۔

☆☆☆

بہنوں اور بہنوئیوں کی مجلسِ شوریٰ طلب کی گئی اور اس مسئلے کو ہنگامی بنیادوں پر غور کے لیے پیش کیا گیا، چند سالوں سے آنے والے رشتوں میں سے یہ واحد رشتہ تھا کہ جس پر میں نے چوں چرا نہ کی تھی۔

"آپ نے چیک کروایا اماں، سب ٹھیک تو ہے ناں......؟" عائشہ نے تشویش سے پوچھا۔ وہ مجھ سے ایک برس بڑی تھی مگر پندرہ سال پہلے اس کی شادی ہو گئی تھی۔ "کوئی عیبی شرابی نہ ہو، کوئی لولا لنگڑا۔"

"اور کچھ ہو نہ ہو...... اندھا تو ضرور ہو گا۔" اس کے شوہر ذاکر نے کہا۔

نظم

ہمدم میرے
جا کے پردیس
آنکھوں میں نہ کوئی
ملال رکھنا
تم زندگی ہو ہماری
جتنا ہو سکے
اپنا خیال رکھنا

شاعرہ: صاعقہ ریاض، حیدر آباد

"کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے......؟" میں نے تپ کر کہا، ذاکر سے میری خوب لگتی تھی۔

"بھئی کوئی اندھا ہی ہوگا ناں جسے تم پسند آئی ہو گی......" وہ منہ پھاڑ کر ہنسا تو تقریبات نے اس کی تائید کی۔

"تم آنکھوں والوں نے جن کو پسند کیا تھا...... اب وہ ساری پریاں بھی آٹے کی بوریاں بن چکی ہیں......" میں نے غصے سے کہا۔

"ہم نے کیا کہا ہے تم سے ثنالیہ جو تم اتنا چڑ رہی ہو......" سلمٰی آپی نے منہ بسور کر کہا۔

"اس نے بات ہی ایسی کی ہے......" میں نے کہا تو اماں نے بیچ بچاؤ کروایا۔

"میرا خیال ہے کہ اسی ہفتے کسی دن چل کر لڑکا دیکھ آتے ہیں......" نعمان بھائی نے کہا تھا۔ اماں اور بہنوں نے تائید کی اور تین دن کے بعد ہی یہ قافلہ وہاں جانے کو تیار تھا۔ میں اس روز عجیب سی کیفیت میں تھی، میری میچورٹی اس وقت جانے کہاں چلی گئی تھی اور میں ایک الہڑ سی لڑکی کی طرح سوچ رہی تھی۔

"عائشہ لڑکے کی تصویر ضرور لانا...... ہو سکے تو اپنے فون سے تازہ کھینچ کر لانا، مانگنے پر کوئی اچھی تصویر ہی دیں گے ناں......" میں نے اپنے پرس میں سے ایک تصویر نکال کر عائشہ کو دی۔ "اگر وہ تصویر کا کہے تو اسے میری یہ تصویر دے دینا......"

"تم نے بھی تو یہی کیا ہے ناں......" عائشہ نے ہنس کر کہا۔ "عفت کی شادی کو دس برس ہونے کو ہیں اور تم اس وقت کی تصویر مجھے دے رہی ہو......" اس نے تصویر مجھ سے لے کر بہرحال اپنے پرس میں رکھ لی۔

"مگر تم لڑکے کی آج کی تصویر ہی کھینچ کر لانا......" میں نے اصرار کیا۔

"کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟" عائشہ نے ہنس کر کہا تو میں مسکرا کر رہ گئی۔ "ویسے مجھ سے پوچھو ناں ثنالیہ...... ہم سب بہنوں میں سے تم سب سے اچھی ہو...... خوب صورتی سب کچھ نہیں ہوتی...... تمہارے پاس تعلیم ہے، ہنر ہے، ایک فرم میں اتنی اچھی جاب ہے کہ ماہانہ لاکھوں کماتی ہو، ہم ایک، ایک پائی اپنے شوہروں سے مانگتی ہیں اور ان سے پوچھ کر خرچ کرتی ہیں، تمہارا معاشرے میں مقام ہے......" اس نے میرا ہاتھ پیار سے تھام کر کہا۔ میں جانتی تھی کہ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی اس میں اس کے دلی جذبات شامل تھے...... وہ مجھ سے سب بہنوں سے قریب تھی اور پورے خلوص سے بات کرتی تھی۔ اماں بھی کبھی کبھار کہتی تھیں کہ دنیا کو میرے اندر کا حسن نظر نہیں آتا...... کوئی نہ کوئی صاحب نظر ہوگا تو اسے میرا حسن نظر آجائے گا۔

"نہ لانا تصویر عائشہ......" میں نے اپنی تصویر بھی اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"کیوں بھئی کیا ہوا، ناراض کیوں ہو گئیں......؟" اس نے تصویر لینے کو ہاتھ بڑھایا۔

"ہرگز ناراض نہیں ہوں عائشہ ......" میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "اگر وہ بلائنڈ کھیل رہا ہے تو میں بھی بلائنڈ کھیلوں گی......" میں نے اسے اپنا فیصلہ سنایا۔

سب لوگ چلے گئے اور میں جانے کیسے سوگئی، خواب میں اور خیال میں کئی بت تراشے......

☆☆☆

"اس کے گھر والوں نے بھی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے سرمد۔"

"خالہ...... آپ نے انہیں میری تصویر دی کہ نہیں، میں لڑکی کو نہیں دیکھنا چاہتا مگر آپ اسے تو میری شکل دکھا دیں......"

"بیٹا اس کے سب گھر والے آئے تھے، میں نے اس کی بہن سے پوچھا کہ اگر اسے تصویر چاہیے تو لے جائے مگر اس نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں......"

"یقین نہیں آرہا خالہ...... جس طرح آپ کہہ رہی ہیں کہ بولڈ سی لڑکی ہے اور کمپیوٹر کی اتنی بڑی فرم میں اتنے اہم عہدے پر فائز...... ایسے کیسے بغیر دیکھے شادی کرنے کو تیار ہوگئی ہے؟"

"تم نے بھی تو میرے انتخاب پر اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی لڑکی کو دیکھنا چاہا ہے...... اسی طرح اسے بھی اپنے گھر والوں کے انتخاب پر اعتماد ہے بیٹا، تم خودترسی چھوڑو، خوش قسمت ہو تم دونوں۔" خالہ کے تسلی دینے کے باوجود میرے اندر ایک کھٹک سی تھی کہ کہیں وہ لڑکی مجھے شادی کے بعد دیکھ کر نہ دھتکار دے مگر یہ سوچ کر خود کو تسلی دیتا کہ اگر اللہ نے اسے میرے لیے بنایا ہے تو مجھے ہی ملے گی اور اگر وہ میری صورت کو ناپسند کرے گی تو میں اپنی محبت سے اس کا دل جیت لوں گا...... میں نے معاملہ کلی طور پر اللہ پر چھوڑ دیا اور اپنے روشن مستقبل کی دعائیں کرنے لگا۔

☆☆☆

"میرے خیال میں ایک دفعہ لڑکے اور لڑکی کی ملاقات کروانا ضروری ہے اماں......" یہ ناعمہ کی آواز تھی۔

"ہوں......" اماں نے سینے کی گہرائی سے ہنکارا ابھرا۔

"ایسا نہ ہو کہ بعد میں وہ ہمیں الزام دے......" سلمٰی کچھ سوچ کر بولی۔

"مجھے تو لڑکا اچھا لگا ہے ویسے...... تمہارا کیا خیال ہے شہزاد بیٹا؟" اماں نے سب سے بڑے داماد سے پوچھا۔

"اچھا ہے لڑکا اماں، قابل ہے، ذہین ہے، اسمارٹ ہے، اچھا کاروباری ہے اور تعلیمی ریکارڈ بھی ثنالیہ کی ٹکر کا ہے......" وہ ذرا رکے۔ "دیکھ لیں...... اگر آپ کو اس میں کوئی برائی نظر نہیں آتی اور آپ مطمئن ہیں تو......" انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ویسے جیسی وہ ہے، اس لحاظ سے یہ رشتہ بہت اچھا ہے، اس سے اچھے کی توقع کرنا فضول ہے......" ذاکر نے کہا۔ "عمر بھی نکلتی جارہی ہے اس کی اور کوئی گمنام تو اترنے سے رہا اس کے لیے......"

"اب اتنی بُری بھی نہیں ہے ہماری بہن......" سلمٰی لاکھ مجھ سے پُرخاش رکھتی تھی مگر ذاکر کے منہ سے میرے بارے میں ایسے الفاظ سن کر وہ رہ نہ سکی۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔

"تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو......" عائشہ میرے پاس چلی آئی تھی۔ "اتنا بڑا گھر ہے کہ مجھے اپنا گھر چھوٹا لگنے لگا، لڑکا انگلینڈ سے پڑھا ہوا، کئی قسم کی ڈگریاں حاصل کر رکھی ہیں اس نے...... تمہاری ٹکر کا لڑکا ہے پیاری......"

"پیاری...... ہونہہ!" میں نے طنزیہ کہا۔ "اب یہ بھی بتا دو کہ اس لڑکے میں عیب کیا ہے جس کی وجہ سے وہ مجھ جیسی عام سی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے؟"

"تم عام نہیں ہو ثنالیہ......" عائشہ نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ "تم میں وہ خاص بات ہے جو ہم باقی بہنوں میں سے کسی میں نہیں......"

"اشتہاروں کی زبان نہ بولو عائشہ...... مجھے حقیقت بتا دو، جیسی بھی ہے......" میں نے دل کڑا کر کے کہا۔

"یقین کرو، کوئی بڑی بات نہیں ہے...... بس ذرا لڑکے کا رنگ دبتا ہوا ہے...... ہمیں اس لیے لگا شاید کیونکہ ہم سب گورے ہیں اور وہاں بیٹھے ہوئے ہم زیادہ ہی گورے لگ رہے تھے......"

"مگر اس کے ماں باپ تو اتنے صاف رنگ کے تھے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس کے سوا کوئی اور بات نہیں جو ہم لوگ اعتراض کر سکیں......" عائشہ نے کہا۔ "اور تم چاہو تو میں تمہیں کسی نہ کسی طرح اس لڑکے سے ملوا بھی سکتی ہوں۔"

"نہیں ٹھیک ہے...... اگر تم اتنی تسلی دے رہی ہو تو ٹھیک ہی ہوگا......" میں نے ہولے سے کہا۔ "کوئی تصویر بھی تو نہیں کھینچ کر لائیں تم۔"

''کوئی موقع ہی نہیں ملا..... سب لوگ وہاں تھے اور صاف لڑکے کو علم ہو جاتا کہ میں اس کی تصویر کھینچ رہی ہوں..... اگلی دفعہ کوشش کروں گی، پکا وعدہ.....''

☆☆☆

وہ تو وعدہ کر گئی مگر وہ اگلی بار آئی ہی نہیں اور میں ایک بڑی سی تقریب میں نکاح کے دو بولوں میں بندھ کر سرمد کی ہوگئی، تمام تقریب کے دوران سرمد کو دیکھنے کا موقع ہی نہ ملا کہ وہ میرے ساتھ بیٹھ ہی نہ سکے تھے، تمام وقت وہ حاضرینِ محفل کے ساتھ مصروف رہے۔ ہماری شادی کی تقریب شہر کی یادگار اور اہم تقریبات میں سے ایک تقریب تھی..... نہ صرف میرا بلکہ سرمد کا بھی حلقۂ احباب وسیع تھا، کاروباری دنیا کے لاتعداد شرکا تھے۔ مہمان رخصت ہونا شروع ہوئے تو مجھے اسی فائیو اسٹار ہوٹل کے ایک سوئٹ میں پہنچا دیا گیا جو خاص ہماری شبِ عروسی کے لیے بک کروایا گیا تھا اور اس کی سجاوٹ دیدنی تھی۔

میں نے اچھی طرح کمرے کا جائزہ لیا، سرمد یقیناً لوگوں کو رخصت کر کے آتے، سو میرے پاس کافی وقت تھا، میں نے خود کو آئینے میں دیکھا، مجھے خود یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اتنی پیاری لگ رہی تھی۔ میں نے اپنا لباس اور زیورات وغیرہ درست کیے..... اور جب کافی دیر گزر گئی تو اس دبیز صوفے کے ایک طرف گھونگٹ کاڑھ کر بیٹھ گئی، یہ میرے مزاج کے بھی خلاف تھا اور آج کل کی روایات کے بھی مگر سوچا کہ جس نے شادی سے پہلے نہ دیکھنے کی شرط رکھ دی تھی، اسے اب بھی ترسا ترسا کر شکل دکھاؤں گی۔

''کیا میری شکل ایسی ہے کہ میں کسی کو ترسا ترسا کر دکھاؤں.....؟ وہ میری شکل دیکھ کر بھاگ تو نہیں جائے گا؟'' اپنی پیشہ وارانہ زندگی میں ایک اہم مقام پر پہنچ کر بھی اپنی کم صورتی کے کمپلیکس کا عفریت مجھے سر اٹھا کر جینے نہیں دیتا تھا۔ میں ... تھی کہ لوگ مجھ سے ڈرتے بھی تھے اور احترام ... کرتے تھے اور اس کی وجہ تھی میری اپنے مقام اہمیت اور میرے اختیارات..... مگر ایسا نہیں ہوا کہ کوئی مجھے دیکھتا تو اس کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہوتیں۔ جس عمر میں میری باقی بہنیں بیاہی گئی تھیں، میری اس عمر کو بیتے بھی پندرہ سولہ برس بیت چکے تھے، اب ان کے بچے میرے کاندھوں کو چھونے لگے تھے اور مجھے اب تک کوئی اظہارِ محبت سننے کو نصیب ...

''چلو..... آج سن ہی لیں گے۔'' میں نے دھڑ دھڑاتے دل کو تسلی دی۔

☆☆☆

اپنا آپ، اپنا گھر اور اپنے گھر کے مکین، سب کچھ دان کر دیا تھا اس نے مجھے، میں ہواؤں میں اڑ رہی تھی، دل کی دھڑکنیں قابو سے باہر ہو رہی تھیں، اس نے اپنی جیب سے ہیرے کی قیمتی انگوٹھی نکالی تھی، مجھے گھونگٹ کی اوٹ سے اس ڈبیا کے کھلنے پر اس ہیرے کی خیرہ کن چمک دکھائی دی، کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی اور پس منظر میں ہلکی موسیقی، میں نے انگوٹھی پہننے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور نظر اٹھا کر اس ہاتھ کو دیکھا جو مجھے انگوٹھی پہنانے کو بڑھا تھا، مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا..... میرا ہاتھ ان ہاتھوں میں بادلوں میں چھپے چاند جیسا لگ رہا تھا۔ مجھے کرنٹ لگا، اور میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اس سے زیادہ کی میری سکت نہ تھی، میرا وجود کپکپانے لگا..... چند لمحوں میں، میں نے خود کو سنبھالا اور اپنا ہاتھ آگے کر دیا، اس نے جلدی سے انگوٹھی پہنائی۔

پھر وہ یوں صوفے سے اٹھا جیسے اسے کسی نے ڈنک مار دیا ہو اور میری سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی..... کیا ہوا تھا میرے ساتھ، اتنا بڑا جھوٹ..... اتنا بڑا دھوکا..... کیوں چھپایا تھا سب لوگوں نے مجھ سے اس حقیقت کو؟ میں رات بھر نزع کے عالم میں

صوفے پر بیٹھی رہی اور وہ بیڈ پر اوندھے منہ..... اس نے مجھے دیکھ کر کیا سراہنا یا جھٹلانا تھا، میں ہی اس کے نظارے کی تاب نہ لا سکی تھی۔ کاش میں اسی وقت اماں کو کال کر کے بلاتی اور ان سے پوچھتی کہ کیا قصور تھا میرا کم شکل ہونے میں کہ انہوں نے مجھ سے اتنا بڑا انتقام لیا تھا۔

وہ شاید سو رہا تھا..... میں رو رہی تھی اور ایک کمرے میں ہم دو نفوس، ایک شرعی رشتے کی ڈور میں بندھے ہوئے ..... دنیا کی گویا دو انتہاؤں پر تھے، ہم نے ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھا تک نہ تھا، مجھ میں تاب نہ تھی اور اس میں طلب..... میں نے بہت دکھی کر دیا تھا اسے مگر اس میں میرا کیا قصور تھا، دھوکا ہی ایسا ہوا تھا میرے ساتھ.....

☆☆☆

میں سر جھکائے ناشتے کی پلیٹ سے کھیل رہی تھی اور نظر بار بار اس گہری رنگت والے ہاتھ کی طرف جاتی تھی جس میں تھامے ہوئے سفید کپ اور پلیٹ ان کی سیاہی کو اور بھی نمایاں کر رہے تھے..... ایک توس پر مکھن اور جیم لگا کر اس نے میری پلیٹ میں رکھا اور میری طرف بڑھایا۔

''اگر تم کھیل چکی ہو تو اب کچھ کھا لو.....'' مجھے اتنی گھن آئی، ان ہاتھوں سے تھامے ہوئے سلائس کو میں کیونکر کھا سکتی تھی۔

''میرے ہاتھ سیاہ ضرور ہیں مگر گندے نہیں ہیں نتالیہ.....''

''کیا ہم گھر جا سکتے ہیں؟'' مجھے اس کمرے میں اس کے ساتھ تنہا وحشت محسوس ہو رہی تھی۔

''چلیں گے.....'' اس نے چائے کا کپ بنا کر میری طرف بڑھایا، غالباً یہ سب کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا مگر اس طرح کے شخص کے لیے؟ ہرگز نہیں۔

''مجھے بالکل بھوک نہیں ہے..... میرے لیے زحمت نہ کریں۔''

کون

راستہ نہیں ملتا
منجمد اندھیرا ہے
پھر بھی باوقار انساں
اس یقیں پر زندہ ہے
برف کے پگھلنے میں
پو پھوٹنے کا وقفہ ہے
اس کے بعد سورج کو
کون روک سکتا ہے

شاعر: احمد ندیم قاسمی، پسند: ڈاکٹر کومل ستار
لیاقت میڈیکل یونیورسٹی جامشورو

''کچھ کھا لو، گھر جانے سے پہلے مجھے تم سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں نتالیہ.....'' اس نے کپ ہاتھ میں تھام کر میری طرف بڑھایا، طلب تو ہو رہی تھی چائے کی اور پھر کون سا اس چائے کو اس کے ہاتھوں نے چھوا تھا۔ ''میری طرف دیکھو.....'' میں نے نظر اٹھا کر دیکھا اور پھر نظر جھکا لی۔ ''میں اس سب کی توقع کر رہا تھا نتالیہ اور یقین کرو کہ بغیر دیکھے شادی کرنے کا خیال نادرہ خالہ کا تھا میرا نہیں..... وہ جانتی تھیں کہ کوئی کسی کے اندر کی خوب صورتی کو نہیں ڈھونڈتا، سب ظاہر کے پجاری ہوتے ہیں، تم نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ تم عام لوگوں سے مختلف نہیں ہو، حالانکہ میں نے سنا تھا کہ تم بہت پڑھی لکھی اور میچور لڑکی ہو.....''

''آئی ایم سوری.....'' اگرچہ میرا ارادہ یہی تھا کہ گھر پہنچ کر اس کے ماں باپ سے بات کروں گی کہ انہوں نے مجھ سے اتنا بڑا دھوکا کیوں کیا..... پھر اپنے گھر والوں کو کال کر کے بلاؤں گی اور اسی روز واپس چلی جاؤں گی، بھلے نہ ہو میری شادی عمر بھر مگر مجھے ایسی شادی سے کنوارا رہنا ہی بھلا..... مگر دھوکا

تو صرف مجھے ہی دیا گیا ہے، چائے کا کپ حلق میں اترتے ہی دماغ کام کرنے لگا، گھر والوں نے تو اسے دیکھ رکھا تھا، انہیں بلا کر کیا کہوں گی۔

''کس بات پر سوری کہا تم نے؟''

''میں نے آپ کو ہرٹ کیا......'' میں نے بہ مشکل معذرت کی، چاہے مجھے اس کے ساتھ نہیں رہنا تھا مگر اس کا دل تو دکھایا تھا میں نے۔

''کوئی نئی بات نہیں...... اسی لیے تو میں نے اپنی عمر کے اتنے برس شادی نہیں کی، مجھے علم تھا کہ آنکھوں دیکھی مکھی کوئی نہیں نگلتا......اور تم تو پھر ایک ایسی عورت ہو جس سے میرا کوئی جسمانی، قلبی اور ذہنی تعلق قائم ہی نہیں ہوا...... مجھے تو میری اماں نے رد کر دیا تھا نتالیہ......اس کے بعد کسی عورت کا رد کرنا برا نہیں لگتا......'' اچانک میری نظر اٹھی اور مجھے اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملاتے ہوئے نظر آئے...... فقط چند لمحے میں نے ان آنکھوں میں دیکھا۔ ''یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری ہمدردی حاصل کرنے یا تمہارا دل جیتنے کو ایسا کہہ رہا ہوں، صرف اس لیے بتا رہا ہوں کہ تم میری بیوی ہو......'' اس کا یوں کہنا مجھے کیسا عجیب سا لگا تھا۔ خود کو اس کی بیوی کہنا شاید میرے لیے کبھی باعثِ فخر نہ ہوتا۔

''آج کا دن میرے ساتھ گزار لو یہاں، شام کو ولیمہ ہے یہیں پر اور ہمیں یہیں قیام کرنا تھا۔ پروگرام میں کوئی تبدیلی ہوئی تو بابا کو کھٹک جائے گا اور وہ پریشان ہو جائیں گے...... چاہو تو میں دوسرا کمرا بک کروا لیتا ہوں یا باہر چلا جاتا ہوں، گھوم پھر آتا ہوں مگر وہ بھی شاید اچھا نہ لگے...... بہت سے لوگ جانتے ہیں مجھے اور ہوٹل کا اسٹاف ہی کئی کہانیاں بنا کر نشر کر دے گا......صرف آج برداشت کر لو، اس کے بعد کسی بات پر مجبور نہیں کروں گا، بے شک تم اپنی اس سوچ پر بھی عمل کر لینا......''

''کون سی سوچ؟'' بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔

''کہ تم میرے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتیں......'' میں نے چونک کر اسے دیکھا، کس قدر گہری نظر تھی اس کی۔ ''میں نے عمر بھر کسی لڑکی کو چھو تک نہیں نتالیہ...... کئی کی میں نے خواہش کی ہوگی اور کئی کے دلوں نے میری مگر میں جانتا تھا کہ ہر لڑکی اس عمر میں خوبرو شہزادوں کے سپنے بنتی ہے، میں کسی کے سپنوں کا شہزادہ نہیں ہو سکتا مگر ہر ماں باپ کی طرح میرے ماں باپ نے بھی اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لیے تمہیں تلاشا اور اتنا منفرد پایا کہ مجھے اس بات کی ضمانت تک دے ڈالی کہ تم ہی میرے لیے بہترین ساتھی ہو سکتی ہو......'' وہ رکا۔ ''کاش نادرہ خالہ اتنا بڑا جوا نہ کھیلتیں تو دو زندگیاں برباد نہ ہوتیں۔''

''آپ اپنی اماں کو خالہ کیوں کہتے ہیں؟'' میں نے سوال کیا۔

''کیونکہ وہ میری اماں نہیں ہیں، خالہ ہیں، بابا کی میں نے زبردستی ان سے شادی کروائی ہے چند برس پہلے......''

''اوہو......آپ کی اماں کا کب انتقال ہوا؟'' میں پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

''عین اس وقت جب میں پیدا ہوا تھا......'' اس نے بتایا۔ ''ماں مر گئی، ممتا مر گئی، میری اماں نے مجھے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ میں ان کی طرح خوب صورت نہیں تھا، اپنی بہنوں کی طرح حسین نہ تھا، میں ugly duckling تھا......''

''میرے دل میں واقعی کچھ ٹوٹا۔

''مجھے دکھ ہوا......'' میں نے فقط اتنا کہا۔

''مجھے بہت دکھ ہوگا نتالیہ تمہیں داغدار کرتے ہوئے، کاش نادرہ خالہ تمہیں میری تصویر بھجوا دیتیں تو اس طرح کے حالات میں تمہیں چھوڑنا نہ پڑتا......'' وہ سسکا۔ ''اس عمر میں تمہاری شادی ہوئی ہے اور ساتھ ہی اگر تمہیں طلاق کا داغ لگ گیا تو لوگ

تمہارے بارے میں جانے کیا، کیا باتیں کریں گے...... مجھے واقعی دکھ ہوگا، آئی ایم سو سوری!''

طلاق؟ میں نے خود ہی سوچا کہ کب میں نے اس سے طلاق کا مطالبہ کیا تھا، کہہ کر چاہے نہ کہی مگر میرے عمل نے تو اسی بات کو ثابت کیا تھا نا...... فون کی گھنٹی بج رہی تھی، میں نے دیکھا، عائشہ کا نمبر تھا، میں نے فون آن کیا۔

''کیسی ہو؟'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''ہوں......'' میں نے گہری سانس لی۔

''کوئی بے وقوفی والی سوچ تو نہیں سوچ رہیں؟'' عائشہ نے اگلا سوال کیا۔

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے......'' میں نے گول مول بات کی، سرمد اٹھ کر باہر نکل گیا اور بالکونی میں کھڑا ہو گیا...... ''شرم بھی نہیں آئی تمہیں میرے ساتھ یوں کرتے ہوئے، تم سب لوگوں کو......'' میں سسکنے لگی۔

''حوصلہ کرو نتالیہ......کوئی بے وقوفی والی بات سرمد بھائی کے سامنے نہ کرنا، ان کا دل نہ دکھانا۔''

''کسی کو میرے دل کی پروا ہے......؟ میں نہیں رہ سکتی اس آدمی کے ساتھ ایک دن بھی نہیں، ایک لمحہ بھی نہیں......اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرے دل نے اسے قبول ہی نہیں کیا، میرے اور اس کے درمیان اجنبیت کی دیوار اسی طرح کھڑی ہے جس طرح نکاح سے پہلے تھی اور میرے اندر اتنی کراہت اور نفرت بھری ہے کہ میں اسے قبول ہی نہیں کر سکتی، جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے وہ کسی دشمنی سے کم نہیں......اماں کو بھی پوچھوں گی میں عائشہ کہ کس جنم کا بدلہ لیا ہے انہوں نے مجھ سے......اگر میں کم صورت یا بدصورت تھی تو میں نے تو خود کو نہیں بنایا تھا نا......اماں نے ہی جنم دیا تھا مجھے، اسی وقت مار دیتیں مجھے، اتنے بدصورت آدمی سے بیاہ کر مجھ سے کس جرم کا بدلہ لیا ہے تم سب نے......'' میں ہچکیوں سے رونے لگی۔

''وہ بدصورت نہیں ہے میری جان اور اسے بھی اللہ نے ہی بنایا ہے...... کسی کو کسی پر رنگت کی بنا پر کوئی فوقیت نہیں ہے نتالیہ جان......''

''اپنی کتابی باتیں اپنے پاس ہی رکھو......'' میں نے فون کان سے ہٹایا...فون بند کرنے سے پہلے اس کی آواز آ رہی تھی۔ ''میرے آنے تک کوئی بے وقوفی نہ کرنا نتالیہ......'' اور وہ میں کر چکی تھی، فون بند کر کے میں نے صوفے سے ٹیک لگا کر اپنے آنسوؤں کو بہہ جانے دیا۔

''خود کو پریشان نہ کرو...... جو کچھ تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا......'' وہ میرے پاس ہی کھڑا مجھے ٹشو پیپر پیش کر رہا تھا۔ ''تم اٹھ کر کپڑے بدل لو، تیار ہو جاؤ، میرا خیال ہے کہ ہم گھر چلتے ہیں، دن بھر مجھے دیکھتی رہو گی تو رو رو کر اپنی آنکھیں سجا لو گی، شام کو ولیمہ ہے اور میک اپ سوجی ہوئی آنکھوں پر اچھا نہیں لگے گا......'' میں نے خاموشی سے اٹھ کر غسل خانے کا رخ کیا، رات کا میک اپ منہ دھونے سے بھی نہ اترا تھا، دوبارہ منہ دھویا اور لوشن لگایا تو میری اصلی شکل نکل آئی، وہی عام سی معمولی شکل...... کاجل لگا کر، پرفیوم اسپرے کر کے میں باہر نکلی، سرمد تو پہلے سے ہی تیار تھا۔ ''سامان یہیں رہنے دو، تین دن کی بکنگ ہے ہماری...... گھر پر ساری بہنیں آئی ہوئی ہیں......میری زندگی میں پہلی بار اور بابا کا خیال تھا کہ ان سب کے لیے گھر پر قیام کا انتظام ہونا چاہیے......اب کے آئی ہیں پھر شاید کبھی نہ آئیں۔''

''اچھا، ایسی کیا بات ہے؟''

''پھر کبھی بتاؤں گا......'' کہہ کر وہ باہر کی طرف نکلا اور میں نے اس کی تقلید کی پھر بھی، ہونہہ...... جیسے میں اس کے ساتھ ہی رہوں گی ہمیشہ......

☆☆☆

اس کے والدین اور بہنوں نے ہمارا پرتپاک

استقبال کیا، اس کی بہنیں بھینچ بھینچ کر مجھے گلے مل رہی تھیں اور ہماری پیاری بھابی...... جانو بھابی کے القاب مجھے کیسی منافقت لگ رہے تھے، پیاری تو میں تھی نہیں، جانو میں کیسے ہوگئی تھی ایک ہی دن میں ......میں بھی مسکرانے کی کوشش کررہی تھی جو کامیاب ہوتی نہیں ہو پارہی تھی۔

''سدا سہاگن رہو...... سکھی رہو، خوش رہو، پھلو پھولو......'' نادرہ خالہ کے انداز میں محبت، خلوص تو تھا مگر مجھے اس سے وحشت ہورہی تھی، وہ بھی اس دھوکا دہی کا حصہ تھیں...... بابا نے بھی مجھے اپنے کندھے کے ساتھ لگایا، ان کے وجود سے مجھے اپنے باپ جیسی خوشبو آئی اور میرا دل ان کے کندھے سے لگے رہنے کو ہمکنے لگا۔

''تم ٹھیک تو ہو ناں بیٹا......'' بابا نے سوال کیا، کتنی گہری نظر تھی ان کی، ان کے بیٹے نے تو میرے دل کی سوچ تک پڑھ لی تھی اور وہ تو اس کے باپ تھے۔

''جی......'' میں نے مختصراً کہا۔

''یہ سب بہنیں ہیں سرمد کی......اور اب تمہاری بھی، سب شادی شدہ ہیں اور پہلی بار باپ کے گھر آئی ہیں......'' وہ رکے۔ ''ماں کے جانے کے بعد یہ سب ننھیال میں اپنی خالہ نادرہ کے پاس ہی رہ کر پلی ہیں جو اب تم سب لوگوں کی ماں ہے...... سرمد نے سب کچھ بتادیا ہوگا تمہیں۔''

''جی......'' میں نے پھر ہولے سے کہا۔

''خالہ کچھ اور بھی بولتی ہیں ہماری بھابی؟'' ایک بہن نے شوخی سے کہا تو باقی ہنس دیں۔

''تنگ نہ کرو میری بیٹی کو......'' خالہ نے مجھے اپنے ساتھ لگالیا۔ ''پہلا دن ہے اس کا اس گھر میں اور پہلی بار ہی تم سب لوگوں سے مل رہی ہے......''

''چلو اب تم لوگ جاؤ اپنے، اپنے کمروں میں اور اپنی، اپنی تیاری دیکھو ولیمے کی......'' خالہ نے سب کو بھگایا۔

''تم کچھ ٹھیک نہیں لگ رہیں بیٹا؟'' ان کے جانے کے بعد خالہ نے میری طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ جانتی ہیں خالہ سب کچھ......'' سرمد نے فوراً کہا۔ ''اس وقت اس سے سوال نہ کریں، خواہ مخواہ دوبارہ رونا شروع کردے گی، شام کو ولیمہ ہے، اس کے بعد بیٹھ کر بات ہوسکتی ہے کہ اس کا کیا فیصلہ ہے۔''

''کس بات کا فیصلہ؟'' خالہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کیا ہوا بیٹا؟'' بابا نے بھی سوال کیا۔

''کہا تھا آپ لوگوں سے کہ دو زندگیوں کو خراب نہ کریں......'' سرمد کی آواز ذرا بلند ہوئی تو خالہ نے لپک کر کمرے کا دروازہ بند کیا اور اسے کاندھوں سے تھام لیا۔ ''کہا تھا میں نے خالہ...... کوئی لڑکی اتنا ظرف نہیں رکھتی، کیوں کوئی مجھے اپنا کر خوش ہوگی جب میری اپنی ماں نے ہی......''

''بس کرو سرمد......'' خالہ نے غصے سے کہا۔ ''بند کرو اس کو یاد کرنا، میں ہوں ناں تمہاری ماں، کیوں یاد کرتے ہو اس ناقدری کو بار بار......''

''خالہ، آپ نے جان بوجھ کر نتالیہ کو اس جال میں پھنسا دیا ہے جس میں رہ نہیں سکتی وہ، رہے گی تو اس کا دم گھٹے گا اور رہائی پائے گی تو ایک داغدار کہلائی جائے گی......''

''تم خاموش رہو فی الحال...... ولیمہ ہو جانے دو پھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں......'' خالہ نے سرمد کی کمر سہلائی، بابا بالکل خاموش تھے، ان کے چہرے پر تکلیف ہی بول رہی تھی کہ وہ یہ سب سن کر کتنے دکھی ہوئے تھے۔ میں جتنا بھی ان کی تکلیف کو دل سے محسوس کرتی، اس پر یہ دکھ غالب آرہا تھا کہ ان سب لوگوں نے مل کر میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔

''سرمد بہت پیارا انسان ہے نتالیہ......اس کی خوب صورتی صرف ان لوگوں کو نظر آتی ہے جو ظاہری خوب صورتی کو اتنا اہم نہیں سمجھتے بیٹا، مجھے تم ایسی ہی لگیں پہلی ملاقات میں...... سمجھدار، خود بھی اس تلخ تجربے سے گزر چکی تھیں تم، جہاں تمہاری باطنی خوب صورتی کو سب نظر انداز کرتے تھے سوائے تمہاری اپنی ماں کے......'' وہ رکیں۔ ''تاہم بیٹا کوئی بھی فیصلہ جلد بازی میں نہ کرو، اللہ تعالیٰ جب انسانوں کے جوڑے مقرر کرتا ہے تو اس میں اس کی وہ خاص مصلحت ہوتی ہے، جسے ہم نہ سمجھتے ہیں نہ جانتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے خالہ......جس طرح آپ کہیں اور نتالیہ......تم پر کوئی جبر ہے نہ زور......کوئی حق ہی نہیں مجھے تمہیں باندھ کر رکھنے کا اگر تم نہیں چاہو گی تو......اس لیے جب اور جس طرح تم کہو گی، ویسا ہی ہوگا۔'' یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا اور مجھے اس کے بابا کی آنکھ کے گوشے پر روشن وہ جگنو نظر آیا جسے چھپانے کی کوشش بھی انہوں نے نہ کی تھی۔

''پیارا انسان...... ہونہہ!'' میں نے دل ہی دل میں خالہ کے الفاظ کو طنز سے سوچا۔ ''اگر ایسا ہی گلفام تھا تو کیوں اتنے برس انتظار کرتا رہا، وقت پر شادی کرلیتا ناں......'' اس وقت مجھے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ میری شادی کی عمر پر بھی کئی فالتو سالوں کی تہیں لگ چکی تھیں۔

☆☆☆

شادی کے لال جوڑے نے مجھ پر روپ چڑھایا تھا تو ولیمے کے گلابی جوڑے میں، میں اس سے کہیں خوب صورت لگ رہی تھی، میرے چہرے پر چھلکتے حزن نے میری عام سی صورت میں بھی نکھار پیدا کردیا تھا۔ ہر کوئی مجھے دیکھ کر سراہ رہا تھا، مجھے اندازہ ہوگیا کہ کیوں کل بھی سرمد تمام وقت میرے ساتھ نہیں بیٹھا تھا، لوگ موازنہ کرتے اور کوئی نہ کوئی کچھ نہ کچھ کہہ دیتا جو اس کے لیے شرمندگی کا باعث بنتا۔ ولیمے کے دن بھی وہ لوگوں کے ہجوم میں گھلا ملا ہوا تھا، اس روز چونکہ میں نے گھونگٹ نہیں کاڑھ رکھا تھا اس لیے ہر بار جب وہ کسی گروپ کے ساتھ اسٹیج پر تصویر بنوانے کو آتا اور ان سے میرا تعارف کرواتا تو میں دل ہی دل میں لوٹ جاتی۔

اس کے دفتر کے لوگوں کا گروپ اسٹیج پر آیا، ان لوگوں کے چہروں پر مجھے وہ احترام نظر آیا جو مجھے اپنے ماتحتوں سے ملتا تھا......ان میں کئی لڑکیاں بھی تھیں جو بہت خوب صورت اور مجھ سے کہیں کم عمر......اگر وہ خوب صورت ہوتا تو ان میں سے کوئی نہ کوئی اسے پسند کرلیتی۔

''بہت ہی خوش قسمت ہیں آپ بھابی......اتنا نیک اور شریف انسان آپ کو زندگی کے رفیق کے طور پر ملا ہے......'' کسی لڑکی نے کہا تھا، میں نے سر اٹھا کر دیکھا، وہ کافی خوب صورت تھی، اگر اسے موقع ملتا تو کیا وہ اس سے شادی کرلیتی؟ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

''ان کے کردار کی تو میں بھی قسم کھانے کو تیار ہوں......'' ایک اور لڑکی نے کہا۔ ''ہم جیسے لوگوں کے کہاں ایسے نصیب بھابی!''

غرض ہر کوئی سرمد کی تعریفوں کے پل باندھ رہا تھا، میری کیفیت کو جانے بغیر......میرے دل کا حال پوچھے بغیر...... میری بدقسمتی کو خوش قسمتی کہتے ہوئے وہ سب مجھے اپنا ٹھٹھا اڑاتے ہوئے لگ رہے تھے۔

میکے والے آئے تو ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے کہ جانے کیا معرکہ سر کرلیا ہو انہوں نے......تمام وقت موقع ڈھونڈتی رہی، جب موقع ملا تو اماں نہ ملیں اور جب اماں پاس آئیں تو کوئی نہ کوئی اور ایسا موجود ہوتا کہ بات ہی نہ ہو پاتی۔ ولیمے کی تقریب کے تمام ہوتے ہی جب اماں لوگوں نے اجازت چاہی تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ لوگ مجھے

ساتھ نہیں لے جا رہے تھے۔
”مجھے بھی آپ کے ساتھ جانا ہے اماں......“ میں نے بچوں کی طرح ضد کی۔
”بیٹا میں نے بہن جی سے بات کی ہے کہ سرمد کی سب بہنیں صرف دو ایک روز کے لیے یہاں ہیں اور وہ سب مل کر تم دونوں کے لیے ایک چھوٹی سی تقریب اپنی خوشی کے لیے کرنا چاہتی ہیں...... وہ چلی جائیں تو اس کے بعد جب، جب چاہے تم چلی جایا کرنا...... یہ چند میل کے فاصلے پر ہی تو میکا ہے تمہارا...... اگر آج جانا چاہو تو بھی ذرا ٹھہر کر لباس وغیرہ تبدیل کر کے سرمد کے ساتھ جا کر چکر لگا آنا بیٹا۔“
”ہاں، ہاں یہ ٹھیک ہے نتالیہ......“ اماں نے فوراً ان کی تائید کی۔
”مجھے ابھی اسی وقت آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے اماں اور اگر آپ اسی طرح اداکاری کرتی رہیں گی تو میں شور مچانا شروع کر دوں گی...... مجھے معلوم ہے کہ عائشہ نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہوگا۔“
”بے وقوف نہ بنو......“ اماں نے میری کلائی کو غصے سے تھام کر کہا۔ ”نہ ہی یہاں تماشا کھڑا کرو، دو ایک دن میں تم یا میں کہیں بھاگ نہیں رہے...... صبر کر لو! کوئی قیامت نہیں آ رہی ہے کہ تم انتظار نہ کر سکو اور یہاں کیا بات ہوگی، گھر جا کر لباس وغیرہ تبدیل کرو، زیور اتارو اور پھر ڈرائیور کو ساتھ لے کر اکیلے آ جانا یا میں ذاکر کو بھیج دوں گی۔“
”ٹھیک ہے...... آپ ذاکر کو بھیجیں......“ میں نے اپنی کلائی چھڑائی، اچھا ہے کہ گھر پہنچنے تک ذاکر کو سارا پس منظر بتا دوں گی۔ ظاہر میں وہ میری جتنی بھی مخالفت کرتا ہو مگر اصل میں ہم دونوں میں بہت دوستی تھی اور میں اس سے ہر بات اسی طرح کہہ سکتی تھی جیسے ہم اپنے دوستوں سے کہہ سکتے ہیں۔

☆☆☆

”میں تو اسے تمہاری بے وقوفی ہی کہوں گا نتالیہ......“ گاڑی چلاتے ہوئے اس نے میری ”مظلومیت“ کی داستان سن کر بڑے تحمل سے کہا۔
”کیا؟ میری بے وقوفی یا تم لوگوں کی مجھے دھوکا دہی؟“
”کیا دھوکا دیا گیا ہے تمہیں...... تم نے خود ہی عائشہ سے کہا تھا کہ اگر لڑکا تمہیں دیکھے بغیر شادی کرنا چاہتا ہے تو تم بھی اسے دیکھے بغیر شادی کرو گی۔“ اس نے زور سے کہا۔ ”کہا تھا یا نہیں؟“
”کہا تھا مگر......“ میں ہکلائی۔ ”میں تو نہیں جانتی تھی کہ اگر وہ کسی طرح سے بھی معذور نہیں تو...... کم از کم آپ سب لوگوں نے دیکھا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ اپنے ساتھی کے انتخاب میں، میں کس، کس پہلو کو سوچ سکتی تھی، میں کم صورت سہی ذاکر مگر میری رنگت تو صاف ہے ناں...“
”خدا کے لیے نتالیہ...... رنگت کو اتنا اہم مسئلہ نہ بناؤ کہ اس کو لے کر تم اپنی اور سرمد کی زندگی اجیرن کر لو...... اس میں کوئی جسمانی نقص ہے نہ شرعی عیب...... وہ اپنا دامن بچا کر زندگی گزارنے والا مرد ہے نتالیہ اور یہ مرد کی بہت اہم خوبی ہوتی ہے...... ہم لوگ بھی اس جیسے باکردار نہیں ہیں، میں بھی نہیں...... میری زندگی میں بھی کئی گوشے ہیں، کئی پہلو ہیں جو میری بیوی کے علم میں نہیں، اگرچہ اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑنے والا مگر اسے مجھ پر بداعتمادی تو ہو سکتی ہے ناں۔“
”آپ یہ سب اس لیے کہہ رہے ہیں کیونکہ آپ کو ایک بدصورت جیون ساتھی نہیں ملا...... میں سمجھتی تھی کہ آپ مجھے جانتے ہیں اور آپ سے بڑھ کر کسی کو میرے اس مسئلے کا احساس نہیں ہوگا، مگر آپ سب آپس میں ملے ہوئے ہیں......“ وہ بہت کچھ کہتا رہا اور میں نہ سننے کی اداکاری کرتی رہی، گھر پہنچی تو میرا منہ سُوجا ہوا تھا، میں نے اپنا بیگ صوفے پر پھینکا اور

دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ سب لوگ وہیں تھے، بہنیں اور ان کے شوہر...... اماں نے مجھے کندھوں سے تھام کر صوفے پر بٹھا دیا اور مجھے رونے دیا، کوئی مجھے تسلی نہیں دے رہا تھا اور مجھے تو یوں لگا کہ وہ سب بہرے تھے، کوئی مجھے سن ہی نہ رہا ہو جیسے...... میں سب سے چھوٹی اور سب کی لاڈلی اس وقت یوں تھی جیسے دیارِ غیر میں، میں کسی میلے میں کھو گئی تھی، کوئی مجھے پہچان بھی نہیں رہا تھا۔
آنسوؤں کی بھی ایک حد ہوتی ہے، میری دھاڑیں پہلے ہچکیوں میں اور پھر سسکیوں میں بدلیں اور ایک وقت آیا کہ میں سسکیاں لے لے کر بھی تھک گئی...... میرے روتے روتے ہی بہنیں اپنے، اپنے کمروں میں چلی گئی تھیں، صرف اماں، ذاکر اور عائشہ بیٹھے رہ گئے۔
”تھک گئی ہوگی رو رو کر......“ ذاکر نے جوس کا گلاس میری طرف بڑھایا۔ ”یہ پی لو تاکہ تمہیں رونے کے لیے ہمت مل جائے......“ میں نے جھکا ہوا سر اٹھایا اور اس کی آنکھوں میں دیکھا، وہاں کچھ نہ تھا، میں شرارت ڈھونڈ رہی تھی۔
”میرے ساتھ کیوں کیا ایسا اماں آپ سب نے؟“ میں نے جوس کا گلاس ہاتھ سے ہٹایا۔
”تمہارے بھلے کے لیے...... تمہیں اچھا مستقبل دینے کے لیے......“ اماں نے کہا۔
”اسے اچھا مستقبل کہتی ہیں آپ...... اتنے تاریک مستقبل کو اچھا کہتی ہیں آپ......؟“ میں نے غصے سے کہا تو ذاکر کی ہنسی نکل گئی۔
”اچھا اگر کافی رو لیا ہے تو اٹھ کر منہ دھو لو بچے......“ عائشہ نے کہا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے میک اپ بھی نہیں اتارا تھا جو کہ اب جانے کس طرح میرے منہ پر پھیل چکا ہوگا۔ خاموشی سے اٹھ کر میں اپنے کمرے کی طرف چلی جہاں ساری بہنوں کے بچے سو رہے تھے، غسل خانے کے آئینے پر نظر پڑتے

ہی مجھے اپنی شکل نظر آئی تو میں بھوت لگ رہی تھی......کوئی مجھے اس حال میں دیکھتا تو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتا۔ میں خود اس وقت کتنی بدصورت لگ رہی تھی، وہ میں جاننا نہیں چاہتی تھی، کاجل کی سیاہ لکیریں میرے گالوں پر چل رہی تھیں جیسے میں نے کسی جوکر کا میک اپ کر رکھا ہو۔

پانی میں بھی بڑی طاقت ہے......واپس آئی تو میرے وجود کی جلن بھی آنکھوں کی جلن کے ساتھ کم ہو چکی تھی۔ میں اسی صوفے پر ٹک گئی، اماں نے میرا سر اپنی گود میں رکھ لیا، میں خاموشی سے لیٹ گئی۔

''تمہیں وقت بتائے گا کہ میرا انتخاب تمہارے لیے اچھا تھا یا نہیں، ممکن ہے کہ میں نہ ہوں وہ وقت دیکھنے کے لیے مگر تم خود اعتراف کرو گی...... اس کی اچھائی دیکھنے کے لیے جس دیدۂ بینا کی ضرورت ہے وہ ابھی تمہارے پاس نہیں ہے......''

''اس سے اچھا تھا اماں کہ میں نابینا ہوتی، مجھے اس کو دیکھنا ہی نہ پڑتا......'' میں سسکی۔ ''مجھے اس سے کراہت محسوس نہ ہوتی......''

''یوں نہیں کہتے بیٹا......کالے رنگ سے نفرت کرنا، اللہ کی بنائی ہوئی چیز سے اتنی کراہت کرنا، گناہ ہوتا ہے نتالیہ......'' اماں نے فوراً میرے منہ پر ہاتھ رکھا...... ''دنیا کی ہر عورت اپنا گھر بسانے کو نابینا بن کر رہتی ہے بیٹا، ہر مرد میں کچھ نہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ جسے نہ دیکھا جانا، نہ جاننا ہی عورت کے حق میں بہتر ہوتا ہے...... نظر انداز کرتی ہے تو گھر بستے ہیں بیٹا......تم ہو نہیں تو خود کو نابینا سمجھنا شروع کر دو......''

اماں کی یہ دلیل میرے اوپر سے ہی گزر گئی۔

''میں خوش نہیں ہوں اماں اور ناخوشی میں جینا نہیں چاہتی......''

''خوشی تو ایسی تتلی ہے بیٹا کہ ہم لاکھ اس کے پیچھے بھاگیں، ہاتھ نہیں آتی اور آ جائے تو اس کے رنگ چھوٹ جاتے ہیں اور وہ ہمیں بری لگنا شروع ہو جاتی ہے...... خوشی دسترس میں نہ ہونے والی چیز کا تصور ہی تو ہے اس سے زائد کچھ نہیں......'' ذاکر اٹھ کر چلا گیا تو اماں اور عائشہ دیر تک مجھے سمجھاتی رہیں جب تک کہ باہر سرمد کی گاڑی کے ہارن کی آواز آئی، گھر میں اتنے ڈرائیور ہوتے ہوئے اور اپنی بہنوں کے مہمان ہونے کے باوجود وہ خود مجھے لینے آیا تھا، میں خاموشی سے ان لوگوں سے ملی جو اب تک جاگ رہے تھے اور میرے جانے کا سن کر اپنے، اپنے کمروں سے نکل آئے تھے۔

سرمد نے آگے بڑھ کر میرے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا، میں خاموشی سے بیٹھ گئی، منہ سے شکریے کا لفظ بھی نہ نکلا، سر جھکا کر اس نے اماں کو تعظیم دی اور گھوم کر آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

''آئس کریم کھاؤ گی؟'' سرمد نے پوچھا۔ میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''ناراض ہو مجھ سے؟''

''نہیں......'' میں نے مختصراً کہہ کر نگاہیں کھڑکی سے باہر جما دیں، نظر کو کسی اور طرف مرکوز کر کے ہی زندگی گزر سکتی ہے، میں باہر کے نظاروں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

☆☆☆

بہنوں کی طرف سے دعوت ایک پوری تقریب تھی، اماں کے ساتھ میری سب بہنوں کو مع اہل و عیال بلایا گیا تھا اور دونوں طرف آبادی کافی تھی اس لیے حاضرین کی تعداد بلا مبالغہ سیکڑوں میں تھی۔ خالہ نے اس روز بھی اصرار کر کے مجھے پارلر بھجوایا تھا جہاں سے تیار ہو کر میں سیدھی اسی ہوٹل میں پہنچی جہاں پر دعوت کا بندوبست تھا۔ ہال میں تیز موسیقی کے ساتھ بچے رقص کر رہے تھے، ہنسی تھی، مسکراہٹیں تھیں اور قہقہے تھے......ایک میں ہی تھی جو اندر سے مغموم تھی اور کسی چیز سے لطف اندوز نہیں ہو رہی تھی۔ خود کو مہمانِ خصوصی کہلوا کر بھی میں کوئی خصوصی سلوک

نہیں روا رکھ پا رہی تھی ان سب کے ساتھ...... وہ اپنی محبت کا اظہار لفظوں اور بوسوں سے کر رہی تھیں، فخر سے اپنے سسرالیوں سے میرا تعارف کروا رہی تھیں...... ہماری اکلوتی بھابی......اتنی لائق ہیں، اتنی ذہین اور میں......شاید میرا منہ سُوجا ہوا تھا جو ذاکر نے مجھے ملتے ہوئے کہا کہ کسی اور کی نہیں تو اپنی خاطر ہی مسکرا دوں کہ کوئی ایک آدھ اچھی تصویر بن جائے......میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ اماں کی اتنی طویل تقریر اور سمجھانے کا اثر فقط اتنا ہی ہوا تھا کہ میں نے سرمد کو فی الفور چھوڑنے کا ارادہ چند دنوں تک کے لیے مؤخر کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ نہیں رہنا تھا...... یہ میرا حتمی فیصلہ تھا۔

کون رہ سکتا ہے کسی کے ساتھ یوں ساری زندگی کہ جس کو دیکھنے کو جی نہ چاہے، آنکھ دیکھی مکھی کون نگل سکتا ہے بھلا......سرمد کی بہنیں اس تقریب کے بعد واپس چلی گئیں۔ اماں نے فون کیا کہ وہ مجھے لینے آ رہی ہیں تو میں نے منع کر دیا، مجھے جا کر ان کی نصیحتیں نہیں سننا تھیں، اپنی حکمتِ عملی وضع کرنا تھی اور اس کے لیے مجھے تنہائی چاہیے تھی جو سرمد کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے میسر تھی، ہم تین دن سے ساتھ ہونے کے باوجود کوسوں میلوں کی دوری پر تھے۔

☆☆☆

''یہ تمہارا اور سرمد کا کمرا ہے بیٹا......'' خالہ نے میرا سامان پہلے ہی رکھوا دیا تھا، کھانے کے بعد انہوں نے مجھے آرام کرنے کو کہا اور میری رہنمائی اس کمرے تک کی۔ ''تم آرام کرو، شام میں بات ہو گی، مجھے تم سے کچھ اہم باتیں کرنا ہیں بیٹا......''

''جی اچھا......'' کہہ کر میں نے ان سے جان چھڑائی، میرے اندر کا ابال انہیں دیکھتے ہی ٹھنڈا پڑ جاتا، اتنی بارعب اور نفیس سی شخصیت تھی ان کی۔

''کسی چیز کی ضرورت ہو تو اپنی بیڈ سائڈ کی میز پر نصب گھنٹی کے بٹن کو دبا دینا، کوئی نہ کوئی آ جائے گا اور انٹر کام بھی رکھا ہے جو سیدھا باورچی خانے میں ہے، بٹن دبا کر جو بھی بنوانا ہو، باورچی کو بتا دینا......وہ بنا دے گا، ہر طرح کے کھانے وغیرہ بنا دیتا ہے......'' انہوں نے وضاحت کی اور باہر نکلیں تو میں نے گہری سانس لی۔

اب مجھے بہت کچھ سوچنا تھا، اس سے پہلے میں نے کمرے کا جائزہ لیا، وسیع کمرا، ہلکے رنگ کے دبیز قالین، کھڑکیوں پر پڑے بھاری پردے، جن کے عقب میں جالی کے پردے تھے، بیڈ پر بچھا ہوا مخملیں بیڈ کور......بہترین انتخاب کی عکاسی کرتا تھا، غالباً سب کچھ سرمد نے خود چنا ہوگا......انتخاب تو اس کا اچھا ہے ہی...... میں نے بیڈ کے کراؤن پر لگے ہوئے بڑے سے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

سائڈ ٹیبل پر ایک قیمتی سا فون پڑا تھا اور ایک ٹیب...... میں نے انہیں دیکھا، بالکل نیا نکور......اپنی طرف سے اٹھا کر میں نے انہیں درمیانی میز پر رکھ دیا، کمر ٹکا کر بیڈ پر لیٹی ہی تھی کہ سرمد کمرے میں آ گیا۔

''خالہ کا خیال ہے کہ مجھے بھی آرام کرنا چاہیے، پچھلے چار دنوں نے بہت تھکا دیا ہے......'' اپنی ٹائی کی گرہ کھولتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا......ہوتا جو وہ کوئی پیکرِ جمال تو اپنی پوروں سے اس کی تھکن چن لیتی مگر اسے دیکھ کر ہی اس تصور سے کراہت آئی، لاکھ چاہتی مگر خود کو اس سے باز نہ رکھ پاتی۔ یہ سوچ کر کہ اب وہ اس بیڈ پر لیٹے گا، جہازی سائز کا ہونے کے باوجود مجھے لگا کہ میں اس کے بہت قریب ہو جاؤں گی۔ میں اٹھ بیٹھی، کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ میرے گریز کو محسوس نہ کرتا۔

''لیٹی رہو تم......'' اس نے فوراً کہا۔ ''میں اس بیڈ پر نہیں سوؤں گا......'' اس نے ایک دیوار کا پردہ ہٹایا جو میں نے ہٹا کر نہیں دیکھا تھا، میں سمجھی کہ کھڑکی ہو گی مگر وہ متصل کمرا نظر آیا۔ ''میرا زیادہ تر وقت

ویسے بھی لائبریری میں ہی گزرتا ہے...... میں وہیں لیٹ جایا کروں گا تا کہ تمہیں تکلیف نہ ہو......"

"میں وہاں سو جاتی ہوں......"

"یہ گھر اور یہ کمرا اب تمہارا پہلے ہے اور میرا بعد میں......" وہ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا اور میں آرام سے لیٹ گئی، کھانے کا خمار چڑھا اور جانے کتنی ہی دیر سوتی رہی تھی میں، جاگی تو شام ڈھل رہی تھی، سرمد کمرے میں نہ تھا۔ میں نے اٹھ کر شاور لیا اور عام سے کپڑے پہن کر باہر نکلی، اندازے سے لاؤنج کا رخ کیا، جہاں گھر کے باقی لوگ چائے پر میرا انتظار کر رہے تھے۔

"تھکاوٹ اتری ہماری بیٹی کی یا نہیں......؟" بابا نے شفقت سے پوچھا۔

"جی......" میں نے مختصراً کہا اور کپوں میں چائے انڈیلنے لگی۔

"بھئی میری اور سرمد کی بحث ہو رہی تھی کہ اب تمہیں ملازمت جاری رکھنی چاہیے یا چھوڑ دینی چاہیے......" بابا نے مسکرا کر کہا۔ میں خاموش رہی۔

"بابا کہتے ہیں کہ تمہیں ملازمت کی ضرورت نہیں...... جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ جس کے پاس ٹیلنٹ ہو، اسے ضرورت ہو نہ ہو...... اپنے ٹیلنٹ کو آزمانا ضرور چاہیے......" سرمد یوں بات کر رہا تھا جیسے وہ اپنی بہت چاہنے والی بیوی سے بات کر رہا ہو۔

"میں پہلے بھی ضرورت کے لیے جاب نہیں کر رہی تھی بابا...... اور اس جاب سے جو تنخواہ مجھے ملتی ہے وہ میری ضرورت سے بہت زیادہ ہے......"

"ارے واہ......" بابا نے کہا۔ "پہلی لڑکی دیکھی ہے یار جو کہہ رہی ہے کہ پیسہ اس کی ضرورت سے زیادہ ملتا ہے اسے۔ میں نے تو کسی کو ایسا قناعت پسند نہیں دیکھا اور لڑکیوں کی ضروریات تو کبھی ختم ہی نہیں ہوتیں......" وہ ہنس کر سرمد سے کہہ رہے تھے۔

"نتالیہ عام لڑکی نہیں ہے اور مجھے یقین ہے یہ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں قناعت پسند بھی ہے" خالہ نے کہا تو ان کی بات کی تہہ میں چھپے مطلب کو غالباً صرف میں ہی سمجھ پائی تھی۔ بابا اور خالہ چائے پی کر چہل قدمی کے لیے لان میں گئے تو ہم دونوں اکیلے رہ گئے۔

"مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں، اس کا فیصلہ مجھے خود ہی کرنا پسند ہے، مجھے دوسروں کے اشاروں پر ناچنے کی عادت ہے نہ ہی اپنے فیصلوں اور اپنی زندگی کے معاملات میں کسی کی دخل اندازی کرنا پسند ہے...... خواہ وہ آپ ہوں، خالہ یا بابا......" میں نے غصے سے کہا اور پیر پٹختی واپس اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔

"مجھے تمہارا اس انداز سے بات کرنا قطعی پسند نہیں آیا نتالیہ......" وہ میرے پیچھے پیچھے ہی کمرے میں آ گیا تھا۔ "کوئی میرے بابا اور خالہ کی توہین کرے...... ہرگز نہیں نتالیہ!" اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔ "تمہیں مجھ سے نفرت ہے تو مجھ سے بات کرو، کوئی زور زبردستی نہیں، تم چھٹکارا چاہتی ہو تو میں ایک لمحہ نہیں ضائع کروں گا تمہیں آزاد کرنے میں...... میں اگر چار دن سے تمہارا یہ رویہ اور بدتمیزیاں برداشت کر رہا ہوں تو اس لیے نہیں کہ مجھے تم سے کوئی لالچ ہے...... صرف اس لیے کہ مجھے بابا اور خالہ سے محبت ہے، میں انہیں کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا...... میرے صبر اور میری برداشت کو نہ آزماؤ، تمہیں فیصلے کا اختیار دیا ہے تو مجھے اپنا فیصلہ جب چاہے سنا دینا لیکن اس کے بعد تم نے بابا یا خالہ سے اس طرح بات کی تو میں خود ہی فیصلہ کر لوں گا...... مجھے گھر میں ڈیکوریشن پیس رکھنے کا کوئی شوق نہیں۔"

وہ میرے سر پر بم پھوڑ کر چلا گیا...... جس بات سے مجھے اماں نے بارہا منع کیا تھا وہی ہوا تھا۔ میں نے اپنے غصے میں ان بزرگوں کا احترام بھی بھلا دیا تھا اور ان کے سامنے بدتمیزی سے بات کی تھی۔ حالانکہ میں اس بات کا خود بھی اعتراف کرتی ہوں کہ میں نے ایسے شفیق بزرگ کہیں نہیں دیکھے تھے۔ مجھے دل میں احساسِ شرمندگی ہوا مگر اب اس کا کیا فائدہ۔

مجھے جو بھی منصوبہ بندی کرنا تھی اسی گھر میں رہ کر کرنا تھی، اماں کے پاس جاتی تو وہ نصیحتوں کے انبار لگا دیتیں اور میں کچھ بھی نہ کر پاتی۔ تب تک، جب تک کہ میں کسی آپشن پر غور نہ کر لیتی، کوئی راستہ نہ پا لیتی، تب تک مجھے یہ سب برداشت کرنا تھا۔

☆☆☆

"یہ فون اور ٹیب تمہارے لیے لایا تھا میں انگلینڈ سے......" سرمد نے میری طرف دونوں چیزیں بڑھائیں۔

"آپ رکھیں، میرے پاس فون ہے اور ٹیب میں استعمال ہی نہیں کرتی......" میں نے ادائے بے نیازی سے کہا۔ "اور اگر مجھے کچھ چاہیے ہوگا تو میں خود لے لوں گی۔ میرے پاس پیسوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"کمی نہ بھی ہو تو تم عورتوں کو خود پر رقم خرچ کرنے کا کوئی شوق نہیں ہوتا چاہے خود اپنی محنت سے کماتی ہوں...... بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اپنی کمائی کو ہر عورت بچا بچا کر رکھتی اور شوہر کے پیسوں کو خرچ کر کے خوشی محسوس کرتی ہے۔" اس نے ہنس کر کہا تو میں جل گئی...... جیسے کوئی بہت پیار کرنے والے شوہر اور بیوی کے مابین مکالمہ ہو رہا ہو۔

"شکریہ!" کہہ کر میں نے دونوں چیزیں تھام لیں، ظالمانہ تجزیہ تھا اس کا، واقعی میں اپنی تنخواہ میں سے اپنے لیے کوئی بڑا خرچہ کرتے ہوئی دس بار سوچتی تھی۔ کپڑے، جوتے وغیرہ تو عام سی چیزیں ہیں، بہنوں اور ان کے بچوں کے علاوہ اماں کے لیے بھی کبھی کبھار کسی موقع کی مناسبت سے تحائف بھی لے لیتی تھی مگر واقعی اس طرف خیال نہ کیا تھا کہ سائنس کی یہ جدید ایجاد میرے پاس ہو اور پوری دنیا سکڑ کر میری مٹھی میں آ جائے۔ ایک اتنی بڑی فرم کے کمپیوٹر سیکشن کی انچارج ہونے کے باوجود میں نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔

"استعمال تو کرنا آتا ہوگا ناں تمہیں؟" اس نے پوچھا تو میں صرف اسے دیکھ کر رہ گئی۔ "یوں ہی پوچھ لیا تھا، میں نے لیا تھا تو مجھے تو استعمال نہیں کرنا آتا تھا۔"

"اسی لیے آپ نے مجھے دے دیا؟" میں پھٹ سے بولی۔

"یہ تمہارے ہیں، سفید رنگ میں اور اسی طرح کے سیاہ میں میرے پاس ہیں۔" اس نے اپنے والے اپنے دراز سے نکال کر مجھے دکھائے...... "میں نے سوچا ہمارے ساتھ میچنگ ہو جائیں گے......" وہ خود ہی ہنس کر اپنی بات سے لطف اندوز ہو رہا تھا، مجھے اس کی اس بات پر تو نہیں البتہ اسے ہنستے دیکھ کر ضرور ہنسی آ گئی، اس کی ہنسی کو بریک لگ گئی اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا...... "تم ہنستی ہوئی بہت اچھی لگتی ہو!"

☆☆☆

میں جو شادی کے ساتھ حسین تصورات سجا بیٹھا تھا، کئی دن گزر جانے کے بعد بھی اس تصور کے حقیقت میں ڈھلنے سے محروم تھا۔ زندگی پہلے اتنی مشکل نہ تھی جتنی اب لگ رہی تھی مگر خالہ کہتی تھیں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا! خالہ تو بھولی ہیں، انہوں نے شاید دیکھا نہیں کہ نفرت میں عورت کس حد تک چلی جاتی ہے، ماں کو اپنی ماتا بھی یاد نہیں رہتی۔

مجھے نتالیہ سے کوئی امید نہیں کہ وہ بدل سکتی ہے، جس طرح اس نے مجھے دھتکارا ہے اس سے وہ میرے دل میں بس ہی نہیں سکی اگر میں خاموش ہوں تو اس مصلحت پر کہ میں بابا اور خالہ کو اس عمر میں کوئی دکھ نہ دوں۔ مشکل سے اور جانے کس طرح چکر چلا کر خالہ نے ایک لڑکی سے اس بندھن میں مجھے باندھ تو دیا ہے جس میں دونوں فریقین ایک دوسرے

کے لیے اجنبی تھے مگر اجنبیت کی یہ دیوار جو شرعی رشتے میں بندھ کر پاٹ لی جاتی ہے ہم دونوں کے بیچ اسی طرح قائم تھی۔

شکل سے تو نتالیہ بھی ایک عام سی لڑکی تھی مگر اس کے اندر جو غرور مجھے دیکھنے کے بعد سے امڈ آیا تھا اور جس طرح اس نے پہلی نظر میں ہی مجھے رد کر دیا تھا، اس کے بعد میرے دل میں بھی اس کے لیے اتنی کشش نہیں رہی تھی۔ خالہ تو کہتی تھیں کہ میں اسے محبت سے جیت لوں گا مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری کس بات کو وہ غلط سمجھ لے اور ہمارے درمیان خلیج مزید گہری ہو جائے۔ میں نے اس سے بھی عہد کیا تھا اور خالہ سے بھی کہا تھا کہ جب بھی وہ مجھ سے علیحدگی کا مطالبہ کرے گی...... میں اس کا مطالبہ تسلیم کرنے میں دیر نہیں کروں گا مگر خالہ کو میری اس بات سے بھی اختلاف تھا اور وہ مجھے منع کرتی تھیں کہ میں اس کے مطالبے کو بلا چون و چرا نہ مانوں...... ایسی کوئی صورت حال آئے تو انہیں بتاؤں اور وہ اسے سمجھانے کی کوشش کریں گی۔ میں نتالیہ کی طرف سے کسی بھی وقت اس مطالبے کا انتظار کر رہا تھا، وہ جانے کس بات کا انتظار کر رہی تھی۔

☆☆☆

تھوڑی دیر پہلے ہی سرمد مجھے شب بخیر کہہ کر اپنی لائبریری میں سونے چلا گیا تو میں ٹیب پر فیس بک کھول لی...... پہلے اکاؤنٹ میں اپنے خاندان کی مصروفیات اور گپ شپ چیک کی...... میری شادی ہی ابھی تک گرما گرم موضوع تھا، میری شادی کی تصاویر جو مختلف لوگوں نے اپ لوڈ کر رکھی تھیں...... ان پر اہلِ خاندان کے کھلے تبصرے...... کوئی مجھے خوش نصیب کہہ رہا تھا اور کوئی سرمد کو، ملی جلی رائے تھی اور میں حیران ہو رہی تھی انہیں پڑھ پڑھ کر، کون لوگ تھے جن کو سرمد پسند آیا تھا۔

”دولہا کیسا ہے تیرا......؟“ ایک بے تکلف سہیلی کا سوال تھا۔ وہ ان تصاویر کو نہیں دیکھ سکتی تھی جو مختلف لوگوں نے لگائی تھیں، سو سوچا کہ سرمد کی اور اپنی ایک تصویر لگا دیتی ہوں، اسے جواب مل جائے گا مگر وہ اتنی frank تھی کہ اس کی منہ پھٹ رائے کو پورا فیس بک پر سب لوگ دیکھتے، اس لیے میں نے لکھا۔

”دیکھنے کے لیے گھر آنا ضروری ہے......“

”یہ کس طریقے کی دعوت ہے بی بنو؟ مجھے طرح سے انوائٹ کرو......“ اس کا جواب آیا۔ میں نے جواب دینے کے بجائے sign out کیا اور اپنی دوسری ID سے facebook کھولی، اس پر میرے خاندان کے لوگ تھے نہ نزدیکی سہیلیاں، بہت کم لوگ میری اس ID کو جانتے اور اس اکاؤنٹ پر میرے دوست تھے...... کئی دنوں سے اسے کھولا نہیں تھا اس لیے سیکڑوں پیغامات جمع ہو چکے تھے، انہیں delete کرنے میں جانے کتنا ہی وقت لگ گیا۔

”ہائے تتلی!“ اتنا مختصر مگر اتنا جھنجھوڑ دینے والا اور کوئی پیغام مجھے ID پر نہیں مل سکتا تھا، یہ میری انتہائی پرائیویٹ ID تھی اور اسے گنتی کے چند لوگ جانتے تھے، جن میں سے زیادہ تر میرے کام کے سلسلے میں مجھ سے رابطہ کرتے تھے۔

”needy“ ”یہ کون ہے؟ میں نے خود سے ہی سوال کیا...... پیغامات کی لائن پر نظر دوڑائی تو پچھلے ایک ہفتے سے اس ID سے بھیجے گئے درجنوں پیغامات تھے، میں فالتو پیغامات کو delete کرنے لگی تا کہ بعد میں ان پیغامات کو پڑھوں...... فالتو پیغامات ختم ہو گئے تو میں نے اگلا پیغام needy کی طرف سے آنے والا کھولا۔

”تم سوئی نہیں ابھی تک......؟“ میرے عقب سے سرمد کی آواز آئی، میرا سارا بدن سُن ہو گیا، مجھے یوں لگا جیسے میں چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہوں۔

دوسرا اور آخری حصہ اگلے ماہ پڑھیں



مکمل ناول

تتلی

شیریں حیدر

دوسرا اور آخری حصہ



"سائنس کی یہ ایجادات لاکھ اچھی سہی کہ جن کی بدولت پوری دنیا مٹھی میں سما گئی ہے مگر ان کا حد سے زیادہ استعمال اور وہ بھی کم روشنی میں...... نظر کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔" سرمد نے عام سے لہجے میں کہا۔ "یوں بھی رات بہت ہوگئی ہے تم تو اتنی دیر تک جاگتی نہیں ہو، سو جاؤ......" کسی انتہائی پیار کرنے والے شوہر کا سا لہجہ تھا۔

"اسے کیا...... میں چاہے جو بھی کروں، اس

کی بلا سے......'' مگر میں نے جلدی سے ٹیب کو بند کیا اور اپنے سرہانے رکھ کر لیٹ گئی۔ سرمد غسل خانے سے لوٹ کر آیا تو تھوڑی دیر رکا، میں نے مُندی مُندی نظر سے اسے دیکھا، وہ کھڑا مجھے ہی دیکھ رہا تھا، جانے کیا سوچ رہا تھا، تاہم چند لمحے مزید رکا اور واپس لائبریری میں چلا گیا...... ایک اور شب بسر ہوئی۔ میں نے اس کے جہازی سائز بیڈ پر قبضہ جما رکھا تھا اور وہ تین فٹ چوڑے صوفہ کم بیڈ پر پچھلے کئی دنوں سے سو رہا تھا۔

رات بھر کروٹیں بدلتے گزری کہ مجھے باقی پیغامات پڑھنے کا شوق ہو رہا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ جاننے کا کہ پیغامات بھیجے کس نے تھے......کوئی کزن مگر کون؟ مجھے تو کبھی کسی نے درخورِ اعتنا نہ جانا تھا۔

''چلو کل سرمد دفتر جائے گا تو دیکھ لوں گی۔'' میں نے خود کو تسلی دے کر کروٹ بدلی۔

صبح حسبِ معمول ناشتے کے لیے پہنچی یہ سوچ کر کہ سرمد جا چکا ہوگا مگر ٹی وی لاؤنج میں سرمد، بابا اور خالہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میں نے کچن میں جا کر باورچی کو اپنے ناشتے کا بتایا اور وہیں لاؤنج میں جا بیٹھی، بابا اور خالہ کو سلام کیا تو سرمد سمیت تینوں نے جواب دیا، میں ایک نشست پر بیٹھ گئی۔

''طبیعت ٹھیک ہے تمہاری بیٹا یا تم بھی سرمد کی طرح موسم سے متاثر ہو گئی ہو؟'' بابا نے سادگی سے سوال کیا۔

''جی میں بالکل ٹھیک ہوں......'' میں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

''تم اتنی دیر تک سوتی جو نہیں...... '' خالہ نے کہا۔ ''اس لیے تشویش ہونے لگی تھی۔'' انہوں نے کہا تو مجھے اچانک یاد آ گیا۔

''رات ہم دیر تک جاگتے رہے بابا، کچھ میری طبیعت ٹھیک نہ ہونے کے باعث بھی نتالیہ ڈسٹرب رہی۔'' بابا کے چہرے پر ایک خوشی سی لہرائی اور میں دل ہی میں بل کھا کر رہ گئی۔

''چلو کوئی بات نہیں......'' خالہ نے کہا۔ ''کون سا جلدی جاگ کر کوئی کام کرنا تھا۔'' مگر مجھے تو یاد آ گیا کہ مجھے کوئی کام کرنا تھا۔ اب سرمد کے گھر پر ہونے کے باعث جانے کیا اداکاری کرنا پڑتی اور کس وقت موقع ملتا اپنی فیس بک چیک کرنے کا۔

''میرا خیال ہے کہ ذرا فریش ہو کر تم دونوں آج نتالیہ کے میکے چلے جاؤ...... اس کی اماں کب سے اصرار کر رہی ہیں...... بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ ایک آدھا دن رہ آؤ، جب سے شادی ہوئی ہے تم لوگ ایک بار بھی رہنے کو نہیں گئے......'' خالہ نے سرمد کی طرف رخ کر کے تجویز پیش کی۔

''آج تو طبیعت ٹھیک نہیں خالہ جان...... ویک اینڈ پر چلے جائیں گے، کم از کم دو دن رہ تو آئیں گے ناں!'' سرمد نے میری مشکل آسان کر دی۔ ''کیا خیال ہے نتالیہ......؟''

''ج......ج......جی......'' میں ہکلائی۔ ''ٹھیک ہے۔''

''چلو ناشتا ختم کر لو پھر اس کے بعد میرے کمرے میں آنا بیٹا تو میں اس گھر کی چابیاں، کنجیاں تمہارے حوالے کروں اور تمہیں تمہاری ساری بری بھی دکھاؤں، وہ سب کچھ جو سرمد نے خود بڑے ارمانوں سے تمہارے لیے لیا تھا......'' میں نے ان کی بات پر مسکرانے پر اکتفا کیا۔ سرمد چور نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''اسے سونے دیں خالہ......رات بھی بے آرام رہی بیچاری......'' سرمد نے میری سفارش کی۔ ناشتا میں نے جلدی جلدی زہر مار کیا اور کمرے کی طرف چلی۔

''میں ڈاکٹر کی طرف جا رہا ہوں، تم آرام کرو نتالیہ!'' میں نے رک کر اس کی بات سنی اور دل ہی دل میں کہا۔

''جلدی جلدی جاؤ اور دیر لگا کر آؤ......''

☆☆☆

''لگتا ہے کہ کوئی مر رہی ہے۔'' میں نے اپنے کزنز کو ایک، ایک کر کے سوچا، ان کے علاوہ کوئی میرے اس نام تک رسائی نہ کر پاتا، بہت سے کزنز تو اب ذہن سے نکل بھی گئے تھے۔

''یار کسی پیغام کا جواب تو دو......'' آخری پیغام ایک دن پہلے کا تھا۔

''کون ہو تم؟'' پہلی بار میں نے جواب میں سوال لکھا اور بھیج دیا۔

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے......'' جواب فوراً آیا۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ جو کوئی بھی ہے میری طرح کچھ دنوں کے بعد جواب دے گا۔

''کون سے سوال کا جواب دوں پہلے؟'' میں نے لکھا۔

''ہوں......'' جواب آیا۔ ''فیس بک تم لیپ ٹاپ پر استعمال کرتی ہو؟''

''پہلے لیپ ٹاپ پر کرتی تھی، اب میرے مجنوں نے مجھے ٹچ فون بھی لے دیا ہے اور ٹیب بھی اس لیے ان پر بھی استعمال کر سکتی ہوں......'' میں جواب لکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

''اچھا تمہارے پاس پیغام رسانی کی یہ application ہے؟'' سوال میں ایک application کا نام لکھا ہوا آیا۔

''نہیں......کس میں؟ فون میں یا ٹیب میں؟'' میں نے پوچھا۔

''تو ڈاؤن لوڈ کر لو ناں فون میں......'' میں نے فون پر اس app کو ڈھونڈا۔

''یہ تو تین ڈالر کی ہے......''

''کتنی کنجوس ہو تم...... تین ڈالر کا مطلب فقط تین سو روپے ہوتا ہے...... کیا تمہارے پاس تین سو روپے نہیں ہیں......؟''

''بہت سارے تین سو ہیں مگر میں کسی ایسے شخص کے کہنے پر کیوں ضائع کروں جسے میں جانتی

''بڑا شکار مارا ہے تم نے......'' میں نے پیغام پڑھ کر غصے سے delete کر دیا۔

''مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ دلہن بن کر تم پر اتنا روپ آئے گا۔''

''ہونہہ......'' میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔ ''کوئی ہے جس نے میری شادی میں بھی شرکت کی ہے......'' میں نے سوچا، ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ میں نے اس سے اگلا پیغام کھولا۔

''کاش......!''

''اس کا کیا مطلب ہوا بھلا!'' میں نے اس پیغام کو مٹا دیا۔

''فون کون سا ہے تمہارے پاس؟''

''ہوں...... اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اب مجھ سے نمبر مانگا جائے گا۔''

''رشک آ رہا ہے تم پر...... اور تمہارے اس کلوٹے شوہر پر بھی...... بھئی ایک کو تو حسن مل گیا اور ایک کو دولت۔''

''جیسے مجھے دولت کی کمی تھی یا کوئی لالچ۔'' میں نے ہونٹ چبا ڈالے اور یہ پیغام بھی مٹا دیا۔

''کیسا لگا تمہیں اپنا مجنوں؟'' یہ پیغام ہمارے ولیمے سے اگلے دن کا تھا۔

''ہونہہ مجنوں، کیسا مجنوں کہ جو دیکھے بنا ہی میری چاہت کر بیٹھا، بڑا اوربجنیڈ قسم کا مجنوں ہے۔'' میں دل ہی دل میں اس تشبیہ پر خود محظوظ ہوئی۔

''کیا تم کھلی آنکھ سے اس سے محبت کر سکتی ہو؟'' میرا دل عجیب انداز میں دھڑکا۔ میں نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا، اس سے قبل ملازمہ کو بلا کر بتایا کہ میرے سر میں درد ہے اس لیے مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے جب تک کہ میں خود نہ جاگوں۔

''رنگت کا کیا ہے، امیر ہے یار...... ذہین ہے سمارٹ بھی......'' کوئی سرمد کی وکالت کر رہا تھا۔

''مجھ سے دوستی کرو گی؟''

تک نہیں......" پیغام لکھتے وقت میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"جاننا چاہتی ہو مجھے؟" سوال آیا، میری دھڑکن تھم گئی۔

"میں اجنبیوں سے بات نہیں کرتی......" میں نے جواب ٹائپ کیا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے......"

"اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی......"

"کیوں؟" ناراض چہرے کی تصویر کے ساتھ پیغام آیا۔

"تم پہلے میرے سوال کا جواب دو......کون ہو تم؟"

"جان جاؤ گی، انتظار کرو......"

"اچھا یہ بتا دو کہ تم لڑکا ہو یا لڑکی؟" میں نے سوال ٹائپ کیا۔

"کوئی لڑکی کسی اور لڑکی کے حسن کی تعریف نہیں کرتی میری جان......" میرا دل دھڑ دھڑانے لگا، میں نے فوراً فیس بک سے sign out کیا اور اپنے فون اور ٹیب پر password لگا دیے تاکہ کوئی اور انہیں استعمال نہ کر سکے......کوئی اور کون ہوتا......سرمد ہی تو تھا جو کسی وقت بے مقصد ہی میرے فون کو چیک کر لیتا حالانکہ اس کا احتمال کم ہی تھا۔

کریڈٹ کارڈ نکال کر میں نے اس کی تفصیلات سے اکاؤنٹ بنایا اور وہ app اپنے فون میں ڈاؤن لوڈ کر لی، اسے بعد میں کسی وقت استعمال کر کے دیکھوں گی، اس وقت تو دل کی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ جو کوئی بھی تھا اب تک جانے کہاں تھا اور اب اسے میرا حسن اور مظلومیت نظر آئی تھی۔ میں بستر پر گر کر بے مقصد کروٹیں بدلتے بدلتے جانے کب سو گئی۔

☆☆☆

سرمد جو معمولی سے فلو کا شکار ہوا تھا، اسے کھانسی اور بخار بھی ہو گیا اور وہ ایک کے بجائے کئی دن کے لیے بستر پر پڑ گیا، چونکہ خالہ اس کی خیریت پوچھنے کمرے میں آتی رہتیں، کبھی اسے قہوہ بنا کر پلاتیں اور کبھی دیسی چوزے کی یخنی......اس لیے میں تکلیف دہ صورتِ حال میں پھنس گئی، وہ بستر پر قابض تھا اور وہیں سو جاتا اور میں لائبریری والے صوفے پر، جو اس بیڈ پر سونے کے بعد بہت غیر آرام دہ لگتا تھا......سرمد بھی تو کتنے دنوں سے اس پر سو رہا تھا۔ اور اس کے آرام دہ بیڈ پر میں قابض تھی۔ ایک لمحے کو مجھے اس شخص پر رحم آیا جو اس وقت معصومیت سے سو رہا تھا اور بخار کی حدت سے اس کا سیاہ چہرہ میرون بلکہ جامنی سا ہو رہا تھا، اس کی رنگت صاف ہوتی تو یہی چہرہ لال ہوتا۔ اس کے چہرے کی طرف گھورتے ہوئے مجھے وہی کراہت سی ہونے لگی۔

میں نے اپنے صوفہ کم بیڈ پر آ کر فیس بک کھولی...... باقی تصویریں اور تبصرے چیک کرنے کے بعد میں نے پیغامات کھولے۔

"یوں آدھے میں گفتگو چھوڑ کر جانا اچھا نہیں ہوتا، کوئی سولی پر ٹنگا رہ جاتا ہے۔"

"ٹنگا رہے کوئی جو ٹنگنا چاہتا ہے، میں نے کس سے کہا ہے کہ میں اسے ضرور ہر پیغام کا جواب دوں گی؟" میں نے غصے والی شکل کے ساتھ پیغام بھیجا۔

"ناراض ہو گئی ہو کیا؟" پیغام آیا۔

"ناراض ہونے کے لیے کسی رشتے اور تعلق کی ضرورت ہوتی ہے......میرا تم سے کیا رشتہ ہے؟"

"میرا تم سے کیا رشتہ ہے؟ اچھا سوال ہے، دل کے تعلق کو کوئی نام دینا ضروری ہوتا ہے کیا؟" سوال آیا۔

"نتالیہ......" سرمد کی آواز آئی، میں چونکی، وہ بخار میں بھی مجھے پکار رہا تھا، میرا دل کانپنے لگا۔

"میں سونے لگی ہوں......" پیغام بھیج کر

میں نے sign out کیا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی، جی میں آیا بھی کہ اٹھ کر جا کر سرمد کو دیکھوں، کہیں اس کا کمبل ہٹا ہوا نہ ہو، اسے کسی چیز کی ضرورت نہ ہو مگر حقارت کا احساس ہر احساس پر غالب آ گیا اور میں سو گئی۔

☆☆☆

خدا خدا کر کے سرمد کا بخار ٹوٹا اور وہ صحت یاب ہو کر دفتر جانا شروع ہوا، میں نے شکر کیا کہ اب دن میں کئی بار اس کا چہرہ دیکھنے سے نجات مل جائے گی۔ خالہ اب اصرار کر رہی تھیں کہ ہمیں اماں کی طرف جانا چاہیے......سرمد نے بھی خالہ کی بات کی تائید کی۔ اسی بات کو میں ماننا نہیں چاہتی تھی کہ اماں میری سرمد سے بے نیازی اور لاتعلقی کو فوراً جان جائیں گی اور خوب لعنت ملامت کریں گی......جب تک میں اپنے لیے کوئی محفوظ راستہ نہ چن لیتی مجھے اماں کو اس بات سے بے خبر رکھنا تھا کہ ہمارے مابین کوئی تعلق سرے سے تھا ہی نہیں...... نکاح کے تین بولوں کے علاوہ...... کچھ اداکاری کر لوں گی اور کچھ...... مجھے ایک ترکیب سوجھ گئی۔

"عائشہ میں اور سرمد دو دن کے لیے اماں کی طرف جا رہے ہیں، تم اور ذاکر بھی آ جاتے تو مجھے اور سرمد کو کمپنی مل جاتی......" میں نے عائشہ کو فون پر کہا۔

"ارے مجھے بہت اچھا لگا یہ سن کر......" عائشہ نے چہک کر کہا۔ "سچ پوچھو تو میرا دل خوشی سے بے تاب ہو رہا ہے، تمہیں اور سرمد کو اکٹھے اور خوش دیکھنا بھی میرے لیے عمر کا ایک بہترین تجربہ ہو گا......" میں نے فون بند کیا اور آنکھیں موند لیں......کتنی خوش ہو رہی ہے عائشہ، جو حقیقت جانتی ہوتی تو اس وقت مجھے ملامت کر رہی ہوتی۔

میں نے اپنا دو دن کا سامان پیک کیا اور بابا اور خالہ سے اجازت لے کر گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر سرمد کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"کچھ لے لیں تمہاری اماں کے گھر کے لیے؟" سرمد نے سامنے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا لینا ہے؟" میں نے روکھے انداز میں کہا۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہم پہلی بار اُن کے گھر جا رہے ہیں......"

"میں اسی گھر سے آئی ہوں اور بیس سال تک وہیں رہتی رہی ہوں......" میں نے اسی طرح بے نیازی سے کہا۔

"میں تو وہاں پہلی بار جا رہا ہوں اس گھر میں اور وہ بھی بیٹے کی حیثیت سے......" سرمد نے کہا تو میں نے دل ہی دل میں سوچا، شاید آخری بار بھی۔

"اماں کو دامادوں کا کچھ لے کر آنا پسند نہیں......" اس نے ایک پھل کی دکان کے سامنے گاڑی روکی تو میں نے اسے روکنا چاہا۔

"اور مجھے کہیں بھی خالی ہاتھ جانا پسند نہیں......" کہہ کر وہ گاڑی سے اتر گیا میں نے گاڑی اندر سے لاک کر لی، بیگ سے فون نکالا اور یوں ہی اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے بتایا بھی نہیں کہ تم نے اس app کو ڈاؤن لوڈ کر لیا ہے......" نئے انداز سے پیغام تھا۔

"تمہیں کیسے علم ہوا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"تم میری facebook پر ہو تو جب تم نے اسے ڈاؤن لوڈ کیا تو مجھے خود بخود نوٹیفکیشن آ گیا کہ میری دوست بھی اس app پر آ گئی ہے......"

"ہوں دوست......؟" میں نے جواب دیا۔

"فیس بک کے بھی contacts دوست ہی کہلاتے ہیں، چاہے وہ باپ بیٹی بھی ہوں......ہے ناں اسٹوپڈ بات......؟" پیغام کے ساتھ اس نے مسکراتا ہوا چہرہ بھیجا۔

"ہاں ہے تو......" میں نے اس کی تائید کی۔

"اور کیا ہو رہا ہے اور کہاں ہے تمہارا beast؟"

"شرم کرو......" میں نے اسے پیغام بھیجا مگر اس "خوب صورت" تشبیہ پر میری ہنسی نکل گئی۔

"کچھ غلط کہہ دیا میں نے beauty؟" شکر ہے کہ وہ مجھے دیکھ نہیں رہا تھا جو میرا بلش ہوتا ہوا چہرہ نہ دیکھ سکا۔

"یہ نیڈی کیا نام ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"بہت زیادہ سوال کرتی ہو...... جانِ من تم کمال کرتی ہو......" اس نے کہا تو میں نے فون آف کر دیا، میرا دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا۔ کچھ غلط ہو رہا تھا... جانے کون تھا جو مجھے بے راہ روی کی طرف لے جا رہا تھا اور اس وقت کہاں تھا جب اماں رشتے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نڈھال ہو رہی تھیں اور پھر مجھے اس کلوٹے کے پلے باندھ دیا۔

"چلو اب بھی مل جائے تو کیا برا۔" میں نے اپنے ذہن میں آنے والی منفی سوچ پر خود کو داد دی۔

سرمد پھولوں کا ایک بڑا سا گلدستہ اور ایک لڑکا پھلوں کا ٹوکرا اٹھائے دکان سے نکلے، میں نے دروازہ کھولا جو میں نے اندر سے لاک کر لیا تھا، سامان گاڑی میں رکھوا کر سرمد نے اس لڑکے کو کچھ ٹپ دی اور وہ اسے سلام کر کے چلا گیا۔ گاڑی میں سیٹ سنبھال کر اس نے ایک لال گلاب میری طرف بڑھایا، میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے اچھا لگا، میں نے سوچا تمہیں پسند آئے گا۔" میں نے خاموشی سے پھول پکڑ لیا اور بصد کوشش شکریہ کہہ کر اپنی ہیرے کی قیمتی انگوٹھی کو انگلیوں میں گھمانے لگی۔

☆☆☆

اماں تو داماد کے صدقے واری جا رہی تھیں...... ان کا سب سے چھوٹا داماد پہلی بار ان کے ہاں آیا تھا، خوب ہی خاطر تواضع ہو رہی تھی۔ ذاکر اور سرمد گپیں لگا رہے تھے، عائشہ اماں کے ساتھ مسلسل کھانے کی تیاریوں میں تھی، میں بھی کچن میں ہی چلی گئی۔

"تم نے سرمد کو منع نہیں کیا بیٹا، اتنا پھل خواہ مخواہ لے آیا...... مجھے دامادوں کا یوں آنا اچھا نہیں لگتا......"

"جی کہا تھا میں نے اسے...... کہنے لگا کہ اسے خالی ہاتھ کسی کے ہاں جانا پسند نہیں اور وہ بھی بیٹا ہو کر......" مجھے اس کے احمقانہ الفاظ پر ہنسی آئی تھی، جہاں کی بیٹی اسے لفٹ نہیں کروا رہی تھی وہاں وہ زبردستی بیٹا بنا پھر رہا تھا، اگر دلہن وہ ہوتی ہے جو پیا من بھائے تو دولہا بھی تو وہی ہونا چاہیے ناں جو دلہن کے من کو بھائے۔

"یہ تم بات کیسے کر رہی ہو؟" اماں نے تیوری چڑھا کر مجھے گھورا، میں نے حیرت سے انہیں دیکھا، کیا میں بہ آواز بلند سوچ رہی تھی۔

"کیوں، کیا ہوا ہے؟"

"یہ کیا بات ہوئی۔ "اسے"...... اور "کہنے لگا"......

"انہیں" کہہ کر بات کرو اور "کہنے لگے"...... اماں نے غصے سے کہا تو میرے منہ سے ہنسی کا فوارہ نکل گیا...... "بے شک شوہر کی عزت بیوی پر فرض ہے۔"

"مگر پہلے میں اسے شوہر تو تسلیم کر لوں...... اماں!" میرے منہ سے بات پھسل ہی گئی۔

"کیا...... کیا کہا تم نے؟" اماں چمچہ چھوڑ کر میرے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں۔ "ہزار لوگوں کی موجودگی میں نکاح نامے پر دستخط کر کے تم نے اسے شوہر ہی تو تسلیم کیا تھا...... اور شوہر کو کس طرح تسلیم کرتے ہیں؟" اماں کی ناراضی کے ڈر سے میں نے پینترا بدلا۔

"مذاق کر رہی تھی اماں......" فون پر پیغام کی بیپ سنائی دی، میں نے پرس سے فون نکالا تو اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔

"بھاگ کیوں جاتی ہو جانم!" میں نے فوراً میسج delete کیا اور فون بند کر کے کچن سے باہر نکل آئی، ذاکر تنہا بیٹھا تھا، سرمد نماز کے لیے میرے

کمرے میں گیا تھا۔

"نتالیہ...... جاؤ جا کر اپنے شوہر کو دیکھو، اسے کسی چیز کی ضرورت نہ ہو۔" ذاکر کا لہجہ سادہ سا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تم سب لوگوں کو ذاکر...... شوہر، شوہر کی رٹ لگا رکھی ہے......" میں نے چڑ کر ٹیلی وژن کا ریموٹ کنٹرول اٹھا کر آواز اونچی کر دی، ذاکر حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

کھانے کے بعد اماں تو سونے چلی گئیں اور ہم چاروں لاؤنج میں بیٹھے رہ گئے، ذاکر اور سرمد باتیں کر رہے تھے، عائشہ نے سرمد سے کافی کا پوچھا تو اس نے پیشکش شکریے کے ساتھ قبول کر لی، میں اس کے ساتھ ہی کچن میں چلی گئی۔ وہ برتن نکال کر ٹرالی پر رکھ رہی تھی، پانی اس نے ہلکی آنچ پر چولھے پر چڑھا دیا تھا، ایک پیالے میں اس نے کافی پاؤڈر، کریم اور چینی ڈالی اور پھینٹنے لگی۔ میں نے فون نکالا، کوئی پیغام نہ تھا، مجھے تھوڑا سا عجیب لگا، اتنا لمبا وقفہ...... ناراض ہو گیا ہو گا۔

"نیڈی کا مطلب نہیں بتایا تم نے......" میں اپنی بے چینی پر قابو نہ پا سکی اور پیغام بھیجا۔

"نیڈی ضرورت مند کو کہتے ہیں، ملکۂ حسن......"

"طنز کر رہے ہو؟"

"لگتا ہے تمہیں آج تک کوئی صاحبِ نظر نہیں ملا......"

"شاید مل گیا ہے......" میں نے جواب دیا، عائشہ اپنے کام میں مصروف تھی۔

"کون...... وہ beast؟"

"بری بات نیڈی...... ویسے نیڈی کیا نام ہوا؟"

"نام تو کچھ اور ہی ہو گا، جیسے تتلی کوئی نام نہیں ہوتا......"

"میرے بچپن کا نام ہے تتلی، میرے کچھ کزنز کہتے تھے مجھے...... جانے کیوں؟"

"تتلی جیسی خوب صورت ہو گی تم...... یا پھر پھول، پھول منڈلاتی ہو گی......"

"شٹ اپ......" میں نے پیغام بھیجا اور میں مسکرا دی، جانے کون ہے، اچھی طرح جانتا ہے مجھے اور اگر میرا کوئی کزن نہیں تو کوئی دوست ہو گا کسی کا۔

"کیا بات ہے کس سے پیغام رسانی کر کے مسکرایا جا رہا ہے؟" عائشہ کی آواز مجھے حال میں کھینچ لائی۔

"ہوں...... وہ، وہ...... میری ایک دوست نے لطیفہ بھیجا ہے۔" میں نے فون فوراً آف کر دیا۔

"ذرا ہم بھی تو سنیں......" وہ ٹرالی تیار کر کے کھڑی تھی۔

"ایسے ہی واہیات سی دوست ہے، میں بھلا اس طرح کا لطیفہ اپنی بہن کو کس طرح سنا سکتی ہوں۔" میں نے بات بنائی۔

"اچھا تو فون دو، میں خود ہی پڑھ لیتی ہوں......" اس نے ہاتھ بڑھایا۔

"کیا ہے یار ٹیکسٹ کر دیتی ہوں ابھی تمہیں، کافی پی کر......" میں فون پرس میں رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی، وہ آگے آگے چلی۔ "ابھی کوئی پیغام نہ بھیجنا مجھے جب تک کہ میں پیغام نہ بھیجوں......" میں نے جلدی سے لکھ کر بھیجا۔

"اچھا پیاری...... اپنے اس کے ساتھ......" احمقانہ سا پیغام آیا، میں نے فوراً delete کیا اور عائشہ کے پیچھے، پیچھے چل پڑی۔ ذاکر اور سرمد جانوروں پر کوئی دستاویزی فلم دیکھ رہے تھے، ہم پہنچے تو ذاکر نے فوراً چینل بدل دیا۔

☆☆☆

میں تو بری پھنسی تھی، کافی پینے کے بعد کمرے میں جا کر اندازہ ہوا کہ میرے کمرے میں بیڈ تھا تو مگر اتنا جہازی سائز کا نہیں...... جتنا سرمد کے ہاں تھا اور بیڈ کے علاوہ کمرے میں دو وکٹورین طرز کی کرسیاں تھیں جن پر کہ سویا نہیں جا سکتا تھا...... نہ ہی

فرش پر سونا ممکن تھا کہ میٹرس تک نہ تھا، ناچار تھوڑی دیر تک بیٹھ کر اپنی ٹیب پر ایک گیم کھیلتی رہی، پھر ای میلز چیک کیں اور جب اچھی طرح یقین ہو گیا کہ سرمد سو گیا ہوگا تو میں اٹھی اور آہستگی سے بیڈ پر لیٹ گئی...... بیڈ پر سرمد کا ٹیب رکھا تھا میں نے اسے اٹھایا اور نہ جانے کیوں میں نے اسے آن کر دیا۔

'' handwriting '' نام کی app پر سرمد نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا۔

''چلو اس کا نہیں اللہ کا احسان لیتے ہیں
وہ منت سے نہیں ملتا تو منت مان لیتے ہیں''

میں نے ٹیب.... آف کر دیا اور اپنی طرف کی میز پر رکھ دیا۔ کمرے میں مدھم سی روشنی تھی، سرمد کو تو اس سے زیادہ روشنی میں سونے کی عادت تھی مگر اچھا ہے کہ رات کو اسے خود سے اتنا قریب دیکھ کر مجھے ڈر نہیں لگے گا...... صبح آنکھ کھلی تو مجھے خود یقین نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح میں سرمد کے اتنا قریب تھی۔ میں جھٹکا کھا کر اٹھی اور فوراً بیڈ سے اتری، میرے گرد اس کا لمس جیسے ابھی تک لپٹا ہوا تھا۔ میں نے غسل خانے کی راہ لی اور شاور لے کر باہر نکلی تو وہ منتظر بیٹھا تھا، بغیر کچھ کہے وہ اٹھا اور تولیا اٹھا کر غسل خانے چلا گیا۔

میں نے بستر کی سلوٹیں درست کیں اور باہر کی راہ لی۔ سب لوگ ہمارے ہی منتظر تھے۔

''جاگ گئیں تم؟'' ذاکر نے سوال کیا۔

''نہیں...... سو رہی ہوں ابھی تک میں......'' میں نے چڑ کر کہا۔

''ہر وقت انگارے کیوں چبائے رہتی ہو تم...... اس لہجے میں شوہر سے بات کی ناں تو اگلے لمحے ہی تمہیں فارغ کر دے گا وہ......''

''ہیں واقعی؟'' میں نے فوراً کہا۔ ''اس سے چھٹکارا پانا کیا اتنا ہی آسان ہے؟'' مگر جانتی تھی کہ وہ کافی ڈھیٹ ہے اور میری حقارت کو جان کر بھی نظر انداز کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے بابا کو دکھ نہیں دینا چاہتا...... ''یہ سب کچھ کر چکی ہوں میں...... کوئی اور ترکیب بتاؤ یار جو اس پر کام کر جائے......''

''کہیں تم واقعی کوئی بے وقوفی تو نہیں کرنے جا رہیں ناں یہ؟'' ذاکر کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔

''تم شاید اسے بے وقوفی کہو گے مگر میں نہیں......'' اماں بے دھیانی سے ٹی وی دیکھ رہی تھیں کیونکہ ہم ساری گفتگو انگریزی میں کر رہے تھے۔

''ہمارے کہنے یا نہ کہنے سے تمہاری بے وقوفی عقلمندی میں نہیں بدل جاتی......'' ذاکر نے دانت پیسے، عائشہ بھی مجھے گھور رہی تھی۔

''بعد میں بات کرتے ہیں، اماں کے سامنے تماشا نہ لگاؤ اور وہ بھوت بھی آنے والا ہوگا......''

''ڈوب مرو تم شرم سے......'' عائشہ نے ہلکی سی آواز میں کہا، جسے اماں کے سوا ہم سب نے سن لیا، اس نے بھی جو ابھی نہا دھو کر کمرے سے نکلا ہی تھا۔

''ارے عائشہ...... یوں نہیں کہتے اپنے مجازی خدا کو......'' سرمد نے شرارت سے کہا تھا۔

''ن، ن نہیں...... میں تو......'' وہ کچھ کہتے کہتے رکی، شاید وہ اس مشکل میں پھنس گئی تھی کہ اگر میرا کہے گی تو وہ پوچھے گا کہ وہ مجھ سے اتنی خفا کیوں تھی، اس لیے وہ کھسیانی سی ہنسی ہنس کر بولی......

''ناشتا لگاؤں آپ لوگوں کے لیے؟''

''آپ لوگ فارغ ہو لیے؟'' سرمد نے سوال کیا۔

''ہاں، ہم تو کافی دیر سے جاگے ہوئے تھے اس لیے......''

''جاگا ہوا تو میں بھی کب سے تھا، بس آپ کی بہن کے آرام کے باعث ہل تک نہیں سکتا تھا اور یوں بھی شادی کے بعد میں نے آج پہلی بار انہیں اتنے سکون سے سوتے دیکھا ہے......'' سرمد کا کہنا تھا کہ میں خفیف سی ہو گئی۔

''ظاہر ہے کہ مجھے ہمیشہ سے اپنے کمرے، اپنے بستر اور اپنے تکیے کی عادت ہے......''

''عادتیں آہستہ آہستہ ہی بدلتی ہیں ناں سرمد یار......'' ذاکر نے یہ کہہ کر سرمد کا ہاتھ پکڑا... اور اسے لیے ڈائننگ روم کی طرف چلا، اماں بھی اٹھیں اور میں نے ان کی تقلید کی۔

''ناشتے کے بعد میں ذرا تھوڑی دیر کے لیے دفتر جاؤں گا، کسی اہم کام کے لیے کال آ گئی تھی، بابا تو منع کر رہے تھے مگر میرا جانا ضروری ہے......'' سرمد نے کہا۔ ''دوپہر کے کھانے تک واپس آ جاؤں گا...... آپ چلیں میرے ساتھ ذاکر......'' ناشتا ختم کر کے اٹھتے ہوئے سرمد نے ذاکر سے کہا تو وہ خوشی خوشی اس کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

بات، بات پر وہ مسکراتی ہے مگر جانے کیوں...... جونہی اس کی نظر مجھ پر پڑتی ہے اس کی مسکراہٹ پھیکی پڑ جاتی ہے...... میں اس کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہوتا ہوں، خالہ کو یقین ہے تو میں اپنی کوشش کر کے دیکھ لیتا ہوں، اگر وہ مجھے دل سے قبول کر لے تو میں اس کے اس منفی رویے کو بھول جاؤں گا اور اگر کوئی امید نہ ہوئی تو میں معاملہ بہت زیادہ دیر تک نہ لٹکا سکوں گا۔

اس کے میکے جانا میری طبیعت کے خلاف تھا، کیا کرتا میں وہاں جا کر بھلا...... مگر اچھا ہوا کہ ہم وہاں پہنچے تو عائشہ اور ذاکر بھی وہیں تھے، مجھے کمپنی مل گئی اور مجھے یہ مسئلہ نہیں رہا کہ میں وہاں بور ہوتا۔ وہ رات...... میری زندگی کی پہلی رات...... جب وہ میرے اس قدر قریب تھی۔ رات پہلی بار میں تب جاگا جب مجھے اس کے وجود کی حدت محسوس ہوئی، تو ہلکی سی روشنی میں اسے اپنے پہلو میں دیکھ کر میرا دل پسلیوں کو توڑنے کو مچلنے لگا، میں نے اس کے بال اس کے چہرے سے ہٹائے، اس کے ہلکے ہلکے خراٹے میرے اندر گدگدی کرنے لگے، اس کے پرفیوم کی خوشبو میں کیسا خمار تھا۔

میں تو اس کے بعد رات بھر سو نہ سکا، وہ کتنی گہری نیند سو رہی تھی، میں اس کی ہر، ہر کروٹ اور ہر حرکت کو محسوس کر رہا تھا، میرا اس سے کتنا قریبی رشتہ تھا مگر وہ رشتہ کس قدر مبہم تھا، دل نے اسے چھونے کی تمنا کی تو میں نے اسے ڈانٹ دیا، دل تو بچہ ہے ناں...... فجر کی اذان کے ساتھ میں اسے آہستگی سے ہٹا کر اٹھا اور نماز پڑھ کر دوبارہ بستر پر دراز ہوا تو نیند کی وادی میں اتر گیا، آنکھ اس کے حرکت کرنے سے کھلی تو وہ حیرت زدہ سی بیٹھی ہوئی تھی، اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ میرے پہلو میں یوں رات بھر رہی ہے، گھبرا کر اٹھی، اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے...... وہ غسل خانے چلی گئی تو میں نے مسکرا کر اس کی ادائے بے نیازی کو بھول جانا چاہا۔ ٹیب اٹھایا، رات کو ایک نظم لکھتے لکھتے سو گیا تھا، اسے کھولا اور اس سے آگے یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا، جانے کب پڑھی تھی اور کہاں مگر کچھ کچھ یاد رہ گئی تھی۔

☆☆☆

''بتا رہی ہوں میں آپ کو کہ نہیں رہنا مجھے اس کے ساتھ......'' میں نے کہا تو اماں اور عائشہ کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

''میں تو سمجھی تھی کہ تمہارے حواس ٹھکانے آ چکے ہوں گے......'' عائشہ نے حیرت سے کہا۔

''کیوں، کوئی تبدیلی آ گئی ہے سرمد میں جو میرے ارادے بدل جاتے؟''

''کیا تبدیلی چاہیے تمہیں اس میں؟''

''اماں مجھے دودھ پیتی بچی کی طرح ٹریٹ نہ کریں......'' میں نے بپھر کر کہا۔ ''جب کہہ دیا کہ نہیں رہنا اس کے ساتھ تو طے ہے کہ نہیں رہنا، آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتیں۔''

''کیا کرو گی تم، طلاق لے کر میرے سینے پر مونگ دلنے آ جاؤ گی؟'' اماں نے غصے سے پوچھا۔

''نہیں آؤں گی آپ کے سینے پر، نہ مونگ دلنے نہ ماش......'' میں نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

''تو اور کہاں جائے گی؟'' اماں کو بھی غصہ آ گیا۔

''مل جائے گا کوئی نہ کوئی اسی دنیا میں اماں اس سے بہتر......''

''پہلے تو نہ ملا اتنی عمر گزار کے......''

''پہلے آپ ڈھونڈ رہی تھیں اور میں سمجھی تھی کہ آپ کو کچھ نہ کچھ علم ہوگا کہ آپ کی بیٹی کے لیے کیا مناسب ہے......'' میں نے فوراً جواب دیا......

''ساری بہنوں کے شوہر ایک سے بڑھ کر ایک ہیں اماں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ابا کتنے اسمارٹ تھے......آپ نے میرے لیے زندگی بھر کا ساتھی چنتے وقت ان میں سے کسی کا تو موازنہ کیا ہوتا......''

''حقیقت بڑی تلخ ہوتی ہے نتالیہ، تم نے جن سب کی مثالیں دی ہیں، ان سب کے شوہر حسن پرست تھے اور ہیں، میں نے ایسا شخص پسند کیا جو تمہاری قدر کرے......تمہاری خوبیوں کو سراہے اور جس طرح کی منہ پھٹ تم ہو، یہی ہے جو شاید برداشت کر لے کیونکہ تم اسے بدصورتی کے احساس میں مبتلا کر چکی ہو، ہوتا جو کوئی اسمارٹ تو وہ تمہیں کیوں پلے باندھتا؟ اور کاش تم جانتی ہوتیں کہ جن مردوں کو اپنی اسمارٹ نیس کا زعم ہوتا ہے وہ بیویوں کو کس حیثیت کا مالک سمجھتے ہیں......''

''آپ تو اچھا خاصا لیکچر جھاڑ لیتی ہیں اماں......'' میں نے کوشش کر کے مصنوعی ہنسی منہ پر سجائی تاکہ اماں کا غصہ ٹھنڈا ہو......''آپ میری جگہ ہوتیں اماں تو پھر میں آپ سے پوچھتی، دوسروں کو کہنا بہت آسان ہوتا ہے......''

''میں نے تو اسے بہت سمجھایا ہے اماں مگر اس کے دماغ میں ایک ایسا کیڑا گھس گیا ہے جسے میری تیری نصیحتیں نہیں تبدیل کر سکتیں، ٹھوکر کھائے گی تو سنبھلے گی......'' عائشہ نے اماں کا کندھا دبایا......میں اٹھ کر واپس کمرے میں آ گئی۔ ''میں نے ذاکر سے کہا ہے کہ وہ سرمد سے کہے کہ اس کا مطالبہ نہ مانے اور اسے کمپرومائز کرنے کے لیے وقت دے......'' کچن سے باہر نکلی تو عائشہ اماں سے کہہ رہی تھی، ایک دفعہ تو سوچا کہ مڑ کر کچھ کہوں مگر کچھ فائدہ نہیں، سرمد سے کیوں کر نمٹنا ہے، میں جانتی تھی۔

☆☆☆

''مصروفیت میں آتی ہے بہت یاد تمہاری
فرصت میں تیری یاد سے فرصت نہیں ملتی!''

میرے فون پر پیغام آیا تھا، کھولا اور پڑھا، دائیں بائیں دیکھا اور جواب ٹائپ کیا۔

''منع کیا تھا کہ نہ پیغام بھیجنا......''

''بے بس ہو گیا تھا تمہارے پیغام کا انتظار کر کے......'' میرے دھڑکن کی ترتیب بدل گئی۔

''اماں کی طرف تھی اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں عائشہ میرا فون نہ چیک کر لے......''

''عائشہ کون ہے؟''

''ہیں......تم مجھے جانتے ہو اور عائشہ کو نہیں جانتے؟'' میں نے جواب دیا۔ ''میں تو سمجھی تھی کہ تم میرے کوئی کزن ہو۔''

''میرا تم سے ایسا کوئی رشتہ نہیں......بس دل کا رشتہ ہے۔''

''بتا کیوں نہیں دیتے کہ کون ہو تم......''

''اچھا تم اپنی اماں کی طرف گئی تھیں تو بتا دیتیں......میں وہاں آ کر تم سے مل لیتا تو تمہارا سارا تجسس ختم ہو جاتا......''

''مجھے کیوں تجسس ہونے لگا......'' میں نے ٹائپ کیا۔ ''میں وہاں اکیلی نہیں تھی، اپنے شوہر کے ساتھ گئی تھی۔''

''ہاہا......ہا......شوہر کہتی ہو تم اسے......شوہر بننے کے لائق بھی نہیں وہ تم جیسی لڑکی کا......'' جانے میری شادی سے پہلے یہ کہاں تھا جسے میں خوب صورت لگتی ہوں......میں نے دل ہی دل میں سوچا، اماں کو یہ بات سمجھانا بہت مشکل ہے کہ اس دنیا میں اب بھی ایسے مرد ہیں جنہیں میں خوب صورت دکھتی ہوں، جن کی نظر ظاہری خوبیوں کے پار دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے......میرے عام چہرے میں انہیں وہ خاص حسن نظر آتا ہے جو میری ماں کو بھی نظر نہیں آتا۔

''کیوں ملنا چاہتے ہو تم مجھ سے؟'' میں نے سوال کیا۔

''دو پیار کرنے والے کیوں ملتے ہیں؟''

''کون دو پیار کرنے والے؟'' میں نے ہنس کر پیغام ٹائپ کیا اور آخر میں ہنستا ہوا چہرہ بھی ڈال دیا۔

''ہنس لو تم......میں یک طرفہ محبت میں ہی گرفتار ہوں، معلوم ہے مجھے، تم تو کسی اور کا پہلو گرماتی ہو اور اپنا یہ حال ہے کہ......

تنہائیاں تمہارا پتا پوچھتی رہیں
شب بھر تمہاری یاد نے سونے نہیں دیا''

میں فون سینے پر رکھ کر لیٹ گئی......کس قدر رومینٹک انسان تھا جو بھی تھا۔ اس کے بعد بھی پیغامات آتے رہے مگر میں پہلے پیغامات کے سحر میں گرفتار ہو گئی تھی اور دل میں اتنی خوشی محسوس کر رہی تھی، میری زندگی میں اس نے نقب لگا کر ایک چور دروازہ بنا دیا تھا جس میں سے میں اپنی زندگی کی بند اور گھٹن والی فضا میں بھی تازہ سانس لے سکتی تھی۔

☆☆☆

خواہ مخواہ میں نے تین ماہ کی چھٹی لے لی تھی، سوچ رہی تھی کہ دوبارہ جوائن کر لوں، اس شادی سے میرے کیا، کیا خواب وابستہ تھے، کیا، کیا تصورات تھے کہ دن رات تصورِ جاناں میں گزرا کریں گے......مگر میرے سارے محل مسمار ہو گئے تھے، مجھے لگتا تھا کہ میں کسی عقوبت خانے میں کسی دیو کی قید میں ہوں۔ سانس لینا محال لگتا تھا بسا اوقات......اگر کوئی اچھی بات تھی اس قید خانے میں تو وہ بابا اور خالہ کا

وجود تھا۔ وہ دونوں انتہائی بے ضرر اور انتہائی شفیق انسان تھے، ان کے پاس بیٹھ کر میں زیادہ تر وقت گزارتی اور انہیں یوں تسلی تھی کہ میں اس گھر میں خوش ہوں، ان کے سامنے میں سرمد سے کوئی آدھی ادھوری بات بھی کر لیتی تھی۔

سرمد ہر بات کا جواب اسی انداز سے دیتا جیسے نارمل میاں بیوی کے درمیان گفتگو ہوتی ہے، اپنے کمرے میں آتے ہی ہم دونوں اجنبی بن جاتے اور اسی طرح سو جاتے جس طرح سے پہلے دن سے انتظام ہم نے خود ہی طے کر لیا تھا...... وہاں آ کر ہم ایک دوسرے سے ایک لفظ تک نہ کہتے، میں سرمد کی کسی چیز کا خیال نہیں رکھتی تھی، اپنے سارے چھوٹے موٹے کام یا وہ خود کرتا تھا یا خالہ اپنی نگرانی میں کرواتی تھیں۔

ہم دونوں اپنے اپنے فون پر مصروف رہتے، کبھی ٹیب پر، سرمد تو غالباً اپنے کام کار کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ چیک کرتا تھا اور میں اپنی اس دنیا میں گم ہو جاتی جو مجھے میری اس حالیہ زندگی کی تلخیوں سے دور لے جاتی تھی۔ نیڈی سے دنیا کے ہر موضوع پر بات ہوتی، بیچ بیچ میں وہ کوئی رومینٹک بات کر جاتا، کبھی کوئی چبھتی ہوئی بات، کبھی کوئی جملہ جو مجھے ناراض کر دیتا اور وہ علامتی کان پکڑ کر مجھ سے معافی مانگتا، کبھی وہ اپنی بے تابیوں کی داستانیں سناتا۔

''کاش تم مجھے اس beast سے پہلے ملی ہوتیں، کم از کم مجھے یہ کسک نہ ہوتی کہ کسی اور نے تمہیں چھوا ہے۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ کسی نے مجھے نہیں چھوا اور میں تمہارے لیے بالکل خالص اور ان چھوئی دستیاب ہوں تو کیا تم یقین کر لو گے......؟'' میں نے جوشِ جذبات میں لکھا۔

''مجھے تم ہر حال میں قبول ہو، اگر کسی نے چھوا ہو تو بھی، آخر وہ تمہارا شوہر ہے اور پھر اس نے تمہیں مجھ سے پہلے حاصل کیا......''

''نکاح کے دو بول پڑھ لینے سے کوئی کسی کی ملکیت نہیں ہو جاتا......'' میں نے جواب دیا۔

''تو میں یہ سمجھوں کہ مجھ سے بھی نکاح کے دو بول پڑھ کر بھی تم میری ملکیت نہیں بن سکو گی؟'' اس کی طرف سے اداس چہرے کی تصویر کے ساتھ سوال آیا۔

''اس بات پر منحصر ہے کہ میرا دل تمہیں پسند کرے اور تمہارا مجھے......''

''میرے دل میں تو تم بس چکی ہو تتلی...... اب تمہاری طرف سے اقرار باقی ہے......'' میں نے دھڑ دھڑاتے دل کو تھاما۔ کاش میں ابھی اسی وقت اس کے پاس ہوتی، اس کی بے تابیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی اور خود کو اسے سونپ دیتی۔ میں اپنے اس ان دیکھے محبوب کی محبت میں گوڈے، گوڈے ڈوب گئی تھی اور اس کی ہر پیش قدمی کی پزیرائی کرنے کو تن من سے تیار۔

''سوتے ہیں اب......'' میں نے پیغام بھیجا۔

''نیند کس کافر کو آتی ہے تمہارے بنا......'' جواب آیا۔

''تو نیند کی گولی لے لو......'' میں نے پیغام بھیجا۔

''رقیب پہلوئے یار میں ہو تو ہم تو سولی پر ٹنگے رہیں گے ناں......''

''پہلو خالی ہے، کوئی بھی نہیں ہے یہاں......'' میں نے لکھا۔ ''تمہارے پہلو میں بھی تو کوئی ہوگی ناں؟'' سوال پوچھتے وقت جلن بھی محسوس ہوئی اور سوچا کہ جواب ہاں میں آیا تو......

''میرا پہلو تیری یاد سے آباد ہے ظالم''

''زیادہ فلمی ڈائیلاگ نہیں ہو گیا؟''

''ہر مجنوں کو فلمی سمجھا جاتا ہے جان......'' نہ جانے کیسے اسے یہ حق دے دیا تھا کہ وہ ہر لقب سے مجھے بلاتا تھا، جن کا اسے کم از کم ابھی حق نہ تھا، جو میں سرمد سے نجات حاصل کر لیتی اسے پانے کا تہیہ کر لیتی تو اسے خود بخود یہ حق مل جاتا مگر چاہ کر بھی اسے منع نہ کر سکی۔ ایک ہی تو میری زندگی میں کچھ اچھا تھا، جو وہ بھی کھو دیتی اسے ناراض کر کے تو میری تنہائیاں کس طرح سجتیں۔

☆☆☆

''سرمد میں سوچ رہی ہوں کہ تم لوگ ہنی مون کے لیے یورپ سے ہو آؤ یا جس جگہ کو دیکھنے کی ثنا لیہ کی خواہش ہو......'' میں خالہ کی بات پر دل ہی دل میں ہنسی۔

''ہنی مون تو وہ جوڑے مناتے ہیں جو اپنی زندگی میں خوش ہوں اور مزید لطف اندوز ہونا چاہتے ہوں۔''

''کیوں بھئی، کیا خیال ہے؟'' سرمد نے مسکرا کر میری طرف دیکھا جیسے میں یہ سن کر بہت خوش ہوں گی۔

''وہ میں......؟''

''اگر تمہیں یورپ دیکھنے کا زیادہ شوق نہیں تو ہم ملائیشیا وغیرہ کی طرف چلتے ہیں اور پھر اس کے بعد عمرے پر چلیں گے......'' سرمد نے کہا۔

''مجھے کسی جگہ پر بھی جانے کا شوق نہیں......'' میں نے اپنا لہجہ نارمل رکھنے کو کوشش کی مگر مجھے اندازہ ہوا کہ ایسا ہو نہیں سکا تھا۔

''کیوں بیٹا...... کیوں شوق نہیں ہے تمہیں؟ آج کل کی لڑکیاں تو اپنے شوہروں کے ہمراہ سیر سپاٹے کر کے نہ صرف خوش ہوتی ہیں بلکہ بیرونِ ممالک کی سیر، تفریح اور خریداری کی باتیں اسٹیٹس سمبل کہلاتی ہیں......'' بابا نے ہنس کر کہا تھا۔

''تو چلو پھر عمرہ کر آؤ جا کر......'' خالہ نے کہا۔ ''اللہ کا گھر دیکھ آؤ۔''

''پہلے نماز کی پابندی تو ہو جائے خالہ...... ٹوٹی پھوٹی اور آدھی ادھوری نمازیں پڑھ کر ہم اللہ کے گھر کی زیارت کو چل پڑتے ہیں۔'' میں نے طنز سے کہا۔

''نماز تو بہر صورت پوری پڑھنی چاہیے بیٹا......'' خالہ نے کہا۔ ''عمرے، حج کی نہیں بلکہ اللہ کو منہ دکھانے کی پہلی شرط نماز ہے...... اللہ کی عبادات اللہ کی جواب دہی کے لیے کی جاتی ہیں، مستحبات کے لیے نہیں......''

''کوشش تو کافی کرتی ہوں خالہ مگر ممکن نہیں ہو پاتا کہ ہر نماز وقت پر اور باقاعدگی سے پڑھوں۔'' میں نے شرمندگی سے اعتراف کیا۔

''کوشش جب کسی مثبت کام کے لیے کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے رد نہیں کرتا......'' خالہ نے حکمت کی بات کی۔

''اب میں چونکہ فارغ بھی ہوں تو اب ذرا اور کوشش کروں گی......'' میں نے عہد کیا کیونکہ اس گھر میں ہر کوئی نماز کا پابند تھا اور نماز نہ پڑھنا ایک غلط بات سمجھی جاتی تھی۔

''اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لیے، کسی بھی عہد سے پہلے انشاء اللہ کہنا اہم ہے بیٹا......'' خالہ نے کہا تو میں نے انشاء اللہ کہا۔ میں واقعی بہت سست تھی اس معاملے میں اور اماں سے بھی اکثر ڈانٹ کھاتی تھی، وہاں بھی سب لوگ باقاعدگی سے نماز پڑھتے تھے اور میں کچھ مصروفیت کے باعث اور کچھ سستی کی وجہ سے ڈنڈی مار دیتی تھی۔

''وہاں جاؤ گے اللہ کے گھر تو نماز سے محبت خود ہی دل میں در آتی ہے......''

''دیکھتے ہیں خالہ...... شاید دفتر بھی جلد ہی جوائن کر لوں۔''

''کیوں مگر؟ بہن جی تو بتا رہی تھیں کہ تم نے کئی ماہ کی چھٹی لے رکھی ہے اور شاید ملازمت نہ بھی جاری رکھو۔'' خالہ نے حیرت سے سوال کیا۔

''کارپوریٹ کی دنیا میں ہر کسی کی جگہ پر ملازمت کرنے کو دس بندے قطار میں ہوتے ہیں خالہ...... کوئی کسی کا وفادار نہیں ہوتا...... اتنی لمبی چھٹی کون دیتا ہے، کوئی بندہ میری جگہ پر رکھ لیں گے تو

میں کسی کا کیا بگاڑ لوں گی؟'' میں نے جواب دیا۔ ''اماں کا کہنا تھا کہ میں کم از کم چھ ماہ کی چھٹی لوں اور اگر نہ ملے تو ملازمت سے استعفیٰ دے دوں......''

''تو چھوڑ دو بیٹا...... کوئی ضرورت ہے تمہیں ملازمت کی؟''

''جب مناسب سمجھوں گی تو چھوڑ دوں گی خالہ جان......'' میں نے ان سے بحث کرنے کے بجائے انہیں مختصر جواب دے کر موضوع بدلنا بہتر سمجھا۔ میز پر رکھا میرا فون جگمگا رہا تھا۔

''تمہارا کوئی پیغام آیا ہے غالباً''...... سرمد نے کہا تو میں نے فون میز سے اٹھا لیا اور ناشتے کے برتن وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ جتنی دیر میں نے آج ان تینوں کے ساتھ گزاری تھی، وہ شاید اب تک ان کے ساتھ گزارا گیا سب سے طویل وقت تھا، ورنہ تو سرسری سی ملاقات ہی ہوتی تھی۔

''ہیے...... کہاں ہو تم؟'' پیغام جگمگا رہا تھا...... میں نے وقت دیکھا، کافی دیر پہلے کا پیغام تھا، میری نظر ہی فون پر نہیں پڑی تھی پہلے۔

☆☆☆

''باز آ جاؤ تم...... کسی وقت جوتے لگواؤ گے مجھے......''

''تمہیں کون جوتے مار سکتا ہے؟''

''میری ساس اور میرا شوہر......''

''ہاہا...... ہاہا......''

''ہنس کیوں رہے ہو؟''

''تم اور جوتے کھاؤ ان سے؟ میں نہیں مانتا۔''

''کھائے تو نہیں اب تک مگر جس دن تمہارے اور میرے چکر کا راز کھلے گا اس دن تو۔''

''چکر...... کیا مطلب ہے چکر سے تمہارا؟ پیار کرتا ہوں تم سے میں اور جان بھی دے سکتا ہوں تمہارے لیے ہاں۔''

''میں تمہاری جان لے کر کیا کروں گی بھلا؟''

''مگر مجھے تو جان چاہیے...... تتلی میری جان!''

میں اس کے ان رومانوی مکالموں سے چاروں شانے چت ہو گئی۔

''اچھا بند کرو اب پیغامات کا سلسلہ......''

''کیوں، تم ملنے آ رہی ہو مجھ سے؟''

''مل کر کیا کرنا ہے تم نے؟''

''مل کر دو پیار کرنے والے کیا کرتے ہیں؟''

''توبہ کیسی فضول باتیں کرتے ہو تم۔''

''فضول کیا ہے اس میں؟''

''نماز پڑھنے لگی ہوں میں اب۔''

''واہ! اچھی بچی...... تم نماز بھی پڑھتی ہو؟''

''ویسے مجھے کیا معلوم کہ پیار کرنے والے ملاقات پر کیا کرتے ہیں...... نہ کبھی کوئی پیار کرنے والا ملا نہ کسی سے یوں چھپ، چھپ کر باتیں کی ہیں نہ ملاقاتیں......''

''اب تو سب کچھ ہوگا...... اور کھلے عام ہوگا...... چھپ، چھپ کر نہیں۔'' میں لجا گئی، بھول گئی کہ میں شادی شدہ ہوں، بس کنواری نوجوان لڑکیوں کی طرح اس کے سپنے آنکھوں میں بسا لیے...... جانے کون تھا جس نے خوابوں کی پگڈنڈی پر میری انگلی تھام کر مجھے بگٹٹ بھگانا شروع کر دیا تھا۔

''پہلے اپنی شکل تو دکھاؤ مجھے...... تم نے تو مجھے دیکھ رکھا ہے مگر میرا تجسس اب تک برقرار ہے......''

''دیکھ کر تاب نہ لا سکو گی!'' اس نے ہنستا ہوا چہرہ بھی پیغام کے ساتھ بھیجا۔ ''بات کرو گی مجھ سے فون پر؟''

''ابھی نہیں......'' میں گھبرا گئی۔ ''نماز پڑھنے دو مجھے...... شیطان!''

''نماز کے بعد؟''

''نہیں بابا...... ابھی نہیں، پہلے اس سے تو جان

چھڑا لوں، جو میری جان کو چپک گیا ہے۔''

''جانے کب چھڑواؤ گی اس سے جان...... مجھے تو لگتا ہے کہ تم اسے چھوڑنا ہی نہیں چاہتیں...... مزے لوٹ رہی ہو اس کے ساتھ اور میرے ساتھ مظلومیت کا ناٹک......''

''شرم کرو...... میرے کردار پر شک کر رہے ہو تم؟''

''کردار پر شک کیوں کروں گا، شوہر ہے تمہارا...... چاہے شوفر لگتا ہے مگر ہے تو شوہر اور پورا شرعی حق رکھتا ہے تم پر......''

''میں نے اسے یہ حق ابھی تفویض نہیں کیا......''

''اچھا؟'' مجھے لگا وہ ہنس رہا ہوگا۔ ''دے دو بے چارے کو اس کا حق!'' اس کے کہنے پر مجھے شک ہوا کہ کہیں سرمد خود ہی تو نہیں مجھے یہ پیغامات بھیج رہا...... مگر سرمد کا فون عین میری نظروں کے سامنے میز پر پڑا تھا...... اور پھر میرا نام تتلی...... چار لوگ ہی تو جانتے تھے اس نام کو اور ان میں سے کوئی بھی سرمد کو نہیں بتا سکتا تھا...... کوئی سرمد سے ملا ہی کب تھا۔

''تم نے مجھے دیکھا ہے؟'' میں نے سوال ٹائپ کیا۔ ''اور سرمد کو؟''

''ہاں میں نے beauty and the beast دیکھے ہیں......''

''تمہیں کس نے بتایا کہ میرا نام تتلی ہے؟''

''کسی کو مجھے بتانے کی ضرورت نہیں......'' جواب آیا۔ ''اچھا اٹھو اب نماز پڑھو، پھر بات ہوتی ہے۔''

''تم نماز پڑھتے ہو؟''

''ہاں......'' جواب آیا۔ ''نماز پڑھوں گا تو رب کے سامنے اپنے مطالبات پیش کروں گا ناں۔''

''کون سے مطالبات؟'' مجھے ہنسی آ گئی۔

''ایک ہی مطالبہ ہے میرا آج کل تو...... تم!'' میں مبہوت رہ گئی۔ ''تم نماز پڑھ کر مجھے مانگو گی اللہ سے؟''

''نماز اس طرح غرض سے پڑھی جاتی ہے بھلا؟'' میں نے لکھا۔

''اچھا نماز پڑھو اور مجھے بتانا کہ کیا دعا مانگی تھی......'' اس کے بعد کوئی پیغام نہ آیا، میں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور جب وقتِ دعا آیا تو وہ چھم سے میرے تصور میں آ گیا، نہ مانگتی تو اور کیا کرتی۔

''اے اللہ تو اس چاہنے والے کو میرا مقدر کر دے......'' جانماز تہ کر کے میں نے فون اٹھایا تاکہ اسے بتاؤں کہ میں نے کیا دعا مانگی تھی۔

☆☆☆

ہر وقت میں اس کے ساتھ ہوتی تھی، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کا پیغام آتا، وہ نہ بھیجتا تو میں بھیجتی، بے قراری قرار کہاں لینے دیتی تھی۔ سوتے میں، جاگتے میں، کھاتے میں، غسل خانے میں، ٹی وی روم میں، پڑھتے ہوئے، گاڑی چلاتے ہوئے، بازار میں گھومتے ہوئے...... سارا وقت ٹک ٹک ہوتی رہتی...... میں ہر وقت اسے اپنے ساتھ ساتھ محسوس کرتی، اب میں کہاں ہوں اور کیا کر رہی ہوں، اسے میں ''لمحہ بہ لمحہ'' رپورٹ دیتی...... خریداری کے دوران کسی چیز کے انتخاب میں الجھ جاتی تو فوراً اسے تصویر کھینچ کر بھیجتی اور میرا مسئلہ حل ہو جاتا۔

شاعری اور لطائف کا تو جیسے کوئی ذخیرہ تھا اس کے پاس، دن بھر وہ یہی کرتا رہتا تھا کیا؟ میں کبھی کبھار سوچتی......

میں فون کا پہرہ دیتی تھی کہ یہ میرے سارے رازوں کا امین بن گیا تھا، یہ میرے اس عشق کا ذریعہ بن گیا تھا جو مجھے بن دیکھے کسی سے ہو گیا تھا۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ کیسا ہوگا، وہم بھی نہیں آیا تھا کہ وہ بدصورت بھی ہو سکتا ہے، بھلا بدصورت لوگ ایسی خوب صورت باتیں کر سکتے ہیں...... ایک اندھا راستہ تھا جس پر میں زینہ بہ زینہ چڑھے جا رہی تھی۔

اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ کبھی آئینہ ہی دیکھ لیتی، خود سے پوچھ لیتی کہ مجھ میں کیا نیا آ گیا تھا جو میں کسی کو اس حد تک بھانے لگی تھی، کیا اس سے پہلے میں

اندھوں کے شہر میں رہتی تھی جو میں کسی کو دکھی ہی نہ تھی؟ اس سے بھی پوچھتی کہ وہ پہلے کہاں تھا جو میں اس پھندے میں پھنس گئی تھی کہ جس سے رہائی پا کر ہی اسے پا سکتی تھی۔

''دوستی تو ہے ناں ہمارے بیچ......'' وہ کہتا مگر مجھے دوستی نہیں، محبت چاہیے تھی، تعلق چاہیے تھا، اس کے اور اس گمنام تعلق کا کوئی نام چاہیے تھا...... عورت کو رشتوں کے نام کا تحفظ ہی مطمئن کرتا ہے کچھ اور نہیں۔

یہ محبت ہے ہی ایسی چیز...... کتابوں میں جس طرح کی کہانیوں پر میں ہنس دیا کرتی تھی، اب میں انہی میں سے ایک کا کردار بن کر اس راہ کی مسافر ہو گئی تھی۔ مجھے کوئی کھائی نظر آتی تھی نہ موڑ......

''مجھ سے ملو یار...... اب انتظار نہیں ہوتا...... جانے تم کب اس سے جان چھڑاؤ گی؟'' اس کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا۔ دفتر جوائن کر لینے کے بعد تو اب مجھے کافی وقت کی آزادی مل گئی تھی، کام کے دوران بھی اس سے ''گفتگو'' جاری رہتی۔ ایک دوسرے کو ہم اتنی تفصیل سے اپنے گرد ہونے والے واقعات بتاتے کہ لگتا ہم دونوں ساتھ ساتھ ہی ہیں۔

☆☆☆

سرمد نے کام دوبارہ شروع کرنے پر مجھے تحفے میں گاڑی دی تھی۔

''مگر میرے پاس تو گاڑی ہے۔''

''وہ تو تمہاری نہیں ہے، میری پرانی گاڑی ہی استعمال کر رہی تھیں تم...... اب دفتر جاؤ گی تو ذرا شان سے جانا...... اور ہاں اپنا پاسپورٹ بھی دے دینا مجھے، خالہ کا کہنا ہے کہ ہمیں عمرے پر ضرور جانا چاہیے......''

''آپ کی پرانی گاڑی کی بات نہیں کر رہی، میری اپنی گاڑی جو ہے اماں کے گھر......''

''اماں کے گھر سے گاڑی کیوں لاؤ گی تم، کیا میں تمہیں ایک گاڑی لے کر دینا بھی افورڈ نہیں کر سکتا؟ اور یوں بھی یہ گاڑی تو بابا نے تمہارے شادی سے پہلے سے بک کروا رکھی تھی، میں صرف رنگ اور ماڈل پسند کیا تھا...... سفید رنگ پیار اور امن کا رنگ، اپنا رنگ چاہے سفید نہ ہو پسند ضرور ہے......'' وہ خواہ مخواہ رومینٹک ہو رہا

''اس کا مطلب ہے کہ بابا کا شکریہ ادا چاہیے مجھے۔''

''بابا کی بیٹی ہو تم اور شکریہ ادا کرو گی تو ناراض ہو جائیں گے وہ......''

''پھر بھی...... اخلاقیات بھی کوئی چیز ہیں......'' وہی ہوا کہ جب میں نے بابا کا شکریہ کیا تو وہ مجھ سے ٹھیک ٹھاک ناراض ہو گئے۔

''تمہیں بتایا نہیں اس نالائق نے کہ اپنے بچوں سے شکریے کی توقع نہیں کرتا؟''

''بتایا تھا بابا......'' سرمد نے فوراً کہا۔ محترمہ کہنے لگیں کہ اخلاقیات بھی کوئی چیز ہے...... یہ سمجھتی ہے کہ آپ نے ہمیں اخلاقیات نہیں سکھائیں......'' سرمد نے اور شکایت لگائی تو مجھے ہی دل میں غصہ آیا مگر میرا اس سے کوئی قلبی تعلق کہ میں اس سے اسی وقت یا بعد میں لڑائی کرتی۔

''اولاد کی محبت...... ماں باپ کے لیے تحفہ ہوتی ہے بیٹا، اور ماں باپ اپنے ہر تحفے کے ذریعے اولاد سے اظہار کرتے ہیں اور انہیں بتاتے ہیں کہ ان کے لیے بچوں سے اہم اور کچھ نہیں...... یہ تو میری طرف سے چھوٹا سا تحفہ ہے بیٹا، یہ نالائق تو خود کوئی اچھی سی گاڑی تمہارے لیے لینا چاہتا تھا، میں ہی اس سے کہا کہ وہ کچھ اور لے لے، گاڑی میں لے لیتا ہوں......''

''پھر بھی شکریہ بابا......!'' میں نے اظہار تشکر کے لیے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور انہوں نے میرے ہاتھ کو شفقت سے تھپکا۔

''بس بیٹا...... تم لوگوں کو دیکھ دیکھ کر جیتا ہوں

اب تو دل میں سوائے اس کے اور کوئی خواہش نہیں رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا گھر دیکھ آؤں، اسی لیے اس سال حج پر جانے کا ارادہ ہے اور دوسری خواہش ہے کہ تمہارے اور سرمد کے آنگن میں اپنے پوتے پوتیوں کو کھیلتا ہوا دیکھوں......'' ان کا کہنا تھا کہ میں شرما گئی مگر دل ہی دل میں اس تصور سے مجھے ابکائی آ گئی، سرمد کے اور میرے بچے!

☆☆☆

بابا اور خالہ کے حج پر جانے سے گھر میں ایک سناٹا سا اتر آیا تھا، میں کام سے لوٹتی تو شام ہو چکی ہوتی اور اس کے بعد سرمد کی آمد ہوتی۔ ملازم میز پر کھانا لگا چکے ہوتے اور ہم دونوں خاموشی سے...... ریلوے اسٹیشن کی انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے دو اجنبی مسافروں کی طرح اپنی، اپنی پلیٹوں میں کھانا ڈونگتے...... یہ سرمد کا حکم تھا کہ ہمیں ملازموں کے سامنے نارمل نظر آنے کی کوشش کرنی چاہیے جو میں نہ چاہتے ہوئے بھی ماننے پر مجبور تھی۔ جب کوئی ملازم سر پر کھڑا ہوتا تو سرمد مجھ سے میرے دن کی بابت دو ایک کوئی سوال کر لیتا تاکہ ملازم کو محسوس ہو کہ ہم دو نارمل میاں بیوی ہیں۔

میں یہ اداکاری کر کر کے تھکنے لگی تھی، جمود سا آ گیا تھا، پہلے تو سرمد کافی وقت بابا اور خالہ کے پاس گزارتے تو وہ وقت مجھے نیڈی سے بات کرنے کا مل جاتا تھا، اب چونکہ گھر پر ہم دونوں ہی تھے اور کھانے کے بعد کچھ وقت ہم لاؤنج میں گزارتے تھے، اس وقت سرمد ٹیلی وژن دیکھتا اور میں ٹیب پر کوئی نہ کوئی گیم کھیلتی رہتی۔ تھوڑی دیر میں ملازم کچن سمیٹ لیتے تو وہ اپنے کمروں میں چلے جاتے اور ہم دروازے بند کر کے اپنے، اپنے کمروں کی راہ لیتے، مجھے موقع ہی نہیں ملتا کہ نیڈی سے پیغام رسانی کر سکوں، صرف دفتری اوقات میں ہی ہمارا رابطہ رہتا تھا۔

وہ بھی میرے اس معمول سے چڑنے لگا تھا اور بار بار ملنے پر اصرار کر رہا تھا، میں اسے ٹالتی جا رہی تھی اور میرا مطالبہ تھا کہ پہلے وہ مجھے اپنی تصویر بھیجے۔

''نکما کر دیا ہے مجھے تمہارے عشق نے......''

اس دن ایک بہت بڑی کنسائمنٹ کا کام وقت پر پورا نہ ہوا تو میں نے چڑ کر اس سے کہا کیونکہ تمام وقت اس کے پیغامات آ رہے تھے اور فوری جواب کا مطالبہ ہوتا۔

''تو کیا تمہیں عشق ہو گیا ہے مجھ سے؟'' پیغام کے ساتھ اس نے مسکراتا ہوا چہرہ بھیجا۔

''مجھے تم سے یوں بغیر دیکھے کیسے عشق ہو سکتا ہے؟'' میں نے جواب لکھا۔ ''تمہارے عشق کی بات کر رہی ہوں......''

''میں تو عشق کے ساتھ ساتھ پورا کام کر رہا ہوں......'' جواب آیا۔

''میں تم جیسی ذہین نہیں ہوں شاید اس لیے......''

''تم مجھ سے بڑھ کر حسین اور ذہین ہو......''

''اس کا فیصلہ تم یک طرفہ کیسے کر سکتے ہو؟''

''میں کوئی فیصلہ یک طرفہ نہیں کروں گا میری جان......'' میرا دل اس کے پیغام پر عجیب انداز سے دھڑکا، وہ ایسا نباض تھا، لڑکیوں کے دل اچھل پتھل کرنے کے گر جانتا تھا۔ میں ابھی تک خود کو لڑکی سمجھ رہی تھی اور وہ بھی بالی عمر کی الھڑ سی لڑکی۔

''بتاؤ کب ملتے ہیں ہم؟''

''کام کرنے دو گے تم مجھے یا نہیں......؟'' اس کے بعد اس کا کوئی پیغام نہ آیا، میں اپنے کام میں مصروف ہو گئی، شام تک کوئی اور پیغام بھی نہ آیا، میرے دل میں کچھ عجیب سا ہونے لگا، ایسا تو نہیں ہونا چاہیے تھا، شاید میں نے زیادہ غصہ دکھا دیا تھا۔

گھر کی طرف ڈرائیو کرتے ہوئے بھی میں نے اسے پیغام بھیجا تو اس کا جواب نہیں آیا، میرا دل تڑپنے لگا، میں اس کی اتنی سی بے رخی بھی برداشت نہیں کر پا رہی

تھی۔ مرے مرے دل سے کھانا بھی کھایا اور سوچا کہ کمرے میں جا کر اسے ضرور پیغام بھیجوں گی چاہے کتنی بھی رات گزر جائے۔

☆☆☆

ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی میں گھڑیاں گن رہی تھی کہ کب ملازم کام ختم کر کے واپس جائیں اور کب میں کمرے میں جا سکوں۔

''ذرا تمہارا فون چاہیے......'' سرمد نے میرے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''بابا کو کال کرنا تھی اور میرے فون کی انٹرنیشنل ڈائلنگ میں کوئی مسئلہ آ رہا ہے......''

''اس وقت تو بہت دیر ہو چکی ہے......'' میں نے تاویل دی، میں اپنا فون اس کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتی تھی کہ فون آن ہو اور کہیں نیڈی کا پیغام آ جائے تو میری چوری پکڑی جائے گی۔

''بابا اسی وقت فارغ ہوتے ہیں، میں ہر روز اسی وقت ہی تو تمہارے سامنے ان سے بات کرتا ہوں۔''

''وہ......'' مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور میں نے فون سرمد کے ہاتھ میں دے دیا اور دل ہی دل میں ورد کرنے لگی کہ اس کا پیغام نہ آئے۔ سرمد کی بات کے دوران میں ہمہ تن آنکھ بن گئی تھی، جونہی اس کی کال ختم ہوئی میں نے اپنا فون اس سے لیا اور سر درد کا بہانہ کر کے اٹھ گئی۔

''میں چائے بنوا دوں تمہارے لیے؟'' سرمد نے نرمی سے پوچھا۔ ''یا کچھ اور جو تمہیں اچھا لگتا ہو۔''

''just leave me alone'' میں نے تقریباً چیخ کر کہا۔ ''جو مجھے اچھا نہیں لگتا اسے دیکھنے پر مجبور نہ کرو تو کافی ہے......تم نے تو......'' میں ادھوری بات کہہ کر وہاں سے چلی، مڑ کر یہ بھی نہ دیکھا کہ اس کے سیاہ چہرے کا رنگ کیا ہوا ہوگا۔

☆☆☆

اتنی نفرت کرتی ہے وہ مجھ سے...... میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کہتے کہتے رک گئی تھی، اس نے بھی اپنے چیخنے کے بعد کچن کے دروازے پر نمودار ہونے والے ملازم کو دیکھ لیا تھا اور اسی کی خاطر کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔ میں جان گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔ وہ مجھ سے جان چھڑانا چاہتی تھی، وہ مجھے ناپسند کرتی ہے اور میرا چہرہ اسے برا لگتا ہے، چہرے سے بڑھ کر اس نے مجھے جانا ہی کب ہے؟ ظاہری حسن پرست...... میرے اتنا کچھ کرنے کے باوجود اس کے ماتھے کے بل نہیں ہٹتے، مجھے دیکھ کر جھوٹی مسکراہٹ تک نہیں اس کے لبوں تک آتی۔ ان دنوں میں بھی کہ جب ہم گھر میں اکیلے تھے، مجھے اتنا رومانوی لگتا کہ ہم دونوں گھر میں تنہا اور ایک دوسرے کے اتنے قریب...... میں نے پہلے ہی دن سختی سے اسے کہا تھا کہ اسے اس معمول کو اپنانا ہوگا، مجھے معلوم ہے کہ وہ بادل ناخواستہ ہی میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی اور ٹی وی لاؤنج میں تھوڑا وقت گزارتی ہے مگر مجھے یہ وقت کتنا قیمتی لگتا۔

وہ چاہتی تو میری بات ماننے سے انکار بھی کر سکتی تھی مگر وہ یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی، میں نے اس سے کہا تھا کہ جب اور جیسا وہ چاہے گی، وہی ہو گا...... علیحدگی، طلاق یا جو بھی فیصلہ وہ کرے گی مگر جب تک وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ جاتی تب تک اسے اس گھر میں اسی انداز سے رہنا ہوگا جیسے کہ ہم ہنسی خوشی رہنے والے دو میاں بیوی ہیں۔ میں نے اسے اس کی مرضی کے بغیر چھوا تک نہیں...... نہ اس کی مرضی ہوگی نہ میں اسے چھوؤں گا۔ پہلی رات کو اس کی انگلی میں انگوٹھی پہنانے کے علاوہ ہمارا کوئی تعلق قائم ہی نہیں ہوا تھا۔

میں نے اس سے فون مانگا تو اس نے کتنے تذبذب کے بعد مجھے دیا، شاید اسے پسند نہیں آیا کہ میں اس کا فون استعمال کروں...... ہاں مجھے اس کی کسی بھی چیز کو استعمال کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

میری آنکھوں میں مرچیں لگنے لگیں۔ مجھے نتالیہ کی سوچ سے نفرت محسوس ہوئی، کتنی کم ظرف عورت تھی وہ، میری محبت کی، میرے جذبات کی قدر کرنا تو کجا اس نے تو انہیں جاننے کی کوشش تک نہیں کی تھی۔ میں نے کیا پایا تھا شادی کر کے...... نفرت اور مزید محرومیاں؟ اس سے تو کہیں بہتر تھا کہ میں ہامی ہی نہ بھرتا اور عمر بھر کنوارا ہی رہ جاتا، اس تکلیف دہ صورتِ حال سے تو نہ گزرتا۔

اب وہ مانگے یا نہ مانگے...... میں خود اسے طلاق دے دوں گا، ایک بار اسے اطلاع کر دوں گا کہ میں طلاق نامہ بھجوا رہا ہوں...... میں نے کرب سے سوچا، اسے نہ سہی، مجھے تو اس سے لگاؤ ہو گیا تھا، میرا نکاح ہوا تھا اس سے اور نکاح کے دو بولوں میں وہ طاقت ہوتی ہے جو بسا اوقات خونی رشتوں سے بڑھ جاتی ہے۔

☆☆☆

''بس اب ملنا ہی ہوگا......'' میں نے پیغام بھیجا۔

''تم ڈرائیونگ کرتے ہوئے کیوں پیغام لکھ رہی تھیں؟''

''کیونکہ تم جواب جو نہیں دے رہے تھے......''

''تم نے خود ہی کہا تھا کہ کام کرنے دو......''

''تمہیں برا لگا اور تم ناراض ہو گئے تھے......''

''مگر گاڑی احتیاط سے چلایا کرو...... تمہیں کچھ ہو جائے تو جانتی ہو کہ میں......''

''کیا میں؟'' میں نے فوراً ٹائپ کیا، جاننا چاہتی تھی کہ وہ کیا کہتے کہتے رک گیا تھا۔

''میں کوئی اور لڑکی ڈھونڈ لوں گا......'' اس نے مزاحیہ چہرے کے ساتھ پیغام بھیجا اور میں تپ کر رہ گئی، غصے سے فون بند کر کے لیٹ گئی، اس کے بعد بار بار اس کی طرف سے پیغامات کی ٹون بجتی رہی اور میں نظر انداز کرتی رہی۔ سرمد ان دنوں بابا کے کمرے میں سو رہا تھا اس لیے میں دھڑلے سے فون پہ اس سے پیغام رسانی کرتی۔ میں نے سوچا کہ اس سے بات کروں مگر اس کا کہنا تھا کہ اسے پیغامات اچھے لگتے ہیں۔

''ہاں تا کہ ان پیغامات کو تم میرے خلاف ثبوت کے طور پر جب اور جہاں چاہے استعمال کر سکو۔'' میں نے اسے ایک بار کہا تھا، حالانکہ جانتی تھی کہ وہ ایسا نہ تھا۔ کتنا اعتبار تھا مجھے اس ان دیکھے محبوب پر۔

''ایسا گھٹیا سمجھتی ہو مجھے......؟'' اس کے جواب نے مجھے انتہائی شرمندہ کر دیا تھا۔ مجھے مذاق میں بھی اس سے ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔

☆☆☆

''اب ملنے کے علاوہ کوئی بات نہیں ہوگی۔'' دفتر پہنچی تو اس کا پیغام موجود تھا۔

''آ جاؤ میرے دفتر میں پھر......''

''اچھا!'' جواب آیا۔ ''میں آ بھی جاؤں گا، تم بتاؤ کہ کیا تم یہ اسکینڈل افورڈ کر لو گی؟''

''مذاق کر رہی ہوں......'' میں نے گھبرا کر جواب دیا۔

''جانتا ہوں......اتنی بہادر نہیں ہو تم......''

''میری بہادری کو نہ آزمانا...... پروا نہیں ہے مجھے کسی کی بھی۔'' میں نے جھوٹی تڑی لگائی۔

''آج شام کو ملیں پھر؟'' سوال آیا۔

''آج شام کو تو نہیں......'' میں نے جواب لکھا۔ ''پلان کرنا پڑے گا۔ پہلے سے گھر پر بتانا پڑے گا۔'' میں نے اس سے کہا۔ حالانکہ اس روز نہ ملنے کا تو فقط بہانہ تھا، میں اسے ملنے سے پہلے اپنے آپ کو presentable بنانا چاہتی تھی، پارلر جا کر اپنے چہرے اور بالوں کو سنوارتی اور اس کے لیے خواہ مجھے دفتر سے چھٹی ہی لینا پڑتی۔

''تین دن کے بعد ملتے ہیں......''

''بڑی پتی ورتا ہو......اور پتی کو کہاں بھیجو گی ملاقات کے دن؟''

''فضول باتیں مت کرو...... تم سب کچھ

جانتے ہو پھر بھی مجھے چڑانے کو یہ سب کچھ کہتے ہو۔"

"مذاق کر رہا تھا جان......"

"اچھا اپنے مذاق بند کرو اور اب خود بھی کام کرو اور مجھے بھی کام کرنے دو۔"

ملنے کا وقت اور جگہ طے ہونے لگی تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ جو جگہ بھی بتاتا وہ مجھے مناسب محسوس نہ ہوتی۔ اسے تو شاید کسی کی پروا نہ تھی مگر مجھے اس ملاقات کو سارے شہر سے چھپانا تھا...... سرمد جلال کی بیوی کے خفیہ عشق کی داستان کو چھپانا تھا اور جب کچھ چھپانا مقصود ہو تو پوری دنیا چھوٹی محسوس ہوتی ہے۔ بالآخر ایک گمنام سے ہوٹل کے ہال میں ملنے کا فیصلہ ہوا اور میں نے دل میں پھر بھی خوف محسوس کیا کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔ میری شادی کی تصاویر بھی اخبارات میں چھپی تھیں اور دیکھ لیے جانے کا احتمال تھا...... اور وہ ہر فکر سے بے نیاز مگر اس سے ملنے کی لگن اور تڑپ نے میری آنکھوں پر بھی پٹی باندھ دی تھی۔

☆☆☆

پارلر سے نئے انداز میں بال بنوائے...... بہترین لباس منتخب کیا اور تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آئی تو سرمد نے مجھے غور سے دیکھا۔

"دفتر ہی جا رہی ہو ناں آج؟" ان کے انداز میں توصیف تھی۔

"ج..جی..جی!" میں ہکلا گئی...... "شام میں ہم دوستوں نے باہر ملنے کا پروگرام بنایا ہے...... چائے پر!"

"اچھا...... پھر تو تم معمول سے دیر سے لوٹو گی۔" بے پروائی سے اپنے توس کے ساتھ انڈا کھاتے ہوئے کہا۔ ایک بار دیکھنے کے بعد وہ میری طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

"ہاں...... دیر تو ہو ہی جائے گی۔" میں نے کہا اور ناشتا کرنے لگی، سرمد ناشتے کے ساتھ اخبار دیکھنے میں مصروف تھا، مجھے اپنے حسن کی توہین محسوس ہوئی۔ ناشتا ختم کر کے میں نے اسے خدا حافظ کہا اور چل دی۔ اس کے بعد شاید حالات مختلف ہوں گے...... میں نے دل میں سوچا۔

"نیڈی سے ملوں گی تو جلد ہی کسی فیصلے پر پہنچ کر تمہیں خدا حافظ کہہ دوں گی مسٹر سرمد۔"

"سنو......" اس نے پکارا، مجھے لگا کہ وہ مجھے روکنا چاہتا ہو مگر اسے کیا معلوم کہ میں کس مشن پر جا رہی ہوں، مجھے اپنی سوچ پر خود ہی ہنسی آ گئی۔

"تم بہت اچھی لگ رہی ہو آج......" اس نے کہا۔ "ہمیشہ سے بڑھ کر، اسی طرح رہا کرو...... اور ہنستی ہوئی تو تم اور بھی اچھی لگ رہی ہو۔"

"اچھا!" میں نے طنز سے کہا۔

"سچ مانو!"

"بس یا کچھ اور بھی کہنا ہے تمہیں؟" میں نے ایسے غرور سے گردن اکڑائی جیسے میں واقعی ملکہ حسن ہوں، ایک مرد نے تو میرے حسن کو خراج دے دیا تھا، اب دوسرے کو قتل کرنا باقی تھا۔ دفتر سے لنچ کے وقفے کے بعد ہی مجھے اٹھ جانا تھا، میں لنچ اکٹھے کرنا تھا اور نیڈی نے کہا تھا کہ واپس جانے کی بات نہ ہو گی، ہم دیر تک باتیں کریں گے۔ جانے کیا، کیا باتیں جمع کر رکھی تھیں اس نے...... میں نے اس کا شکریہ بھی ادا نہ کیا اور خدا حافظ کہہ کر گھر سے نکل آئی۔

میں نے گاڑی میں خالہ جان کی ایک چادر ایک دن پہلے ہی رکھ دی تھی، اس سے مجھے کچھ نہ کچھ تحفظ مل جاتا، ہوٹل میں داخلے سے لے کر اس کیبن تک مجھے خود کو اس چادر سے کور کرنا تھا تا کہ اگر کوئی ہال میں جاننے والا بیٹھا ہو تو وہ مجھے پہچان نہ سکے۔

☆☆☆

دفتر میں کس کا دل لگنا تھا اس روز...... کام کرنا کچھ تھی اور ہوتا کچھ تھا، کچھ اس کے پیغامات بار بار آ رہے تھے...... اس کی بے تابیوں کی داستانیں، وقت نہ گزرنے کی شکایتیں اور کیفیت دل کی حکایتیں...... ایسی رومانوی باتیں کہ دل ریل گاڑی کی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

"نتالیہ...... آپ ہوش میں تو ہیں؟" باس سر پکڑے تھے۔

"کیوں سر......؟" میں ہڑبڑا کر اٹھی۔

"آپ نے دفتر کے سارے کمپیوٹرز کے password تبدیل کر دیے ہیں اور مجھے بتایا تک نہیں...... صبح سے log in کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، اب جا کر علم ہوا ہے کہ کسی نے password تبدیل کر دیے ہیں اور وہ کوئی اور نہیں، میڈم نتالیہ ہیں......"

"سر p assword تو ہر ہفتے تبدیل ہوتے ہیں......"

"مگر ہر ہفتے آپ میرے کمپیوٹر میں password خود بخود آ کر save بھی تو کر رہی ہیں......"

"سوری سر...... بھول گئی اس دفعہ...... میں ابھی کر دیتی ہوں......"

"کوئی ضرورت نہیں...... بس آپ مجھے بتا دیں......"

میں نے انہیں password بتایا۔

"ویسے سب کچھ ٹھیک تو ہے ناں؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی سر......" میں نے تھوک نگل کر کہا۔

"گھروں کے معاملات کو گھروں پر چھوڑ کر آئیں تو ہی دفتری معاملات درست رہ سکتے ہیں۔" انہوں نے مجھے تنبیہ کی۔

"نہیں سر...... ایسی کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "یونہی ذرا طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"

"ویسے دیکھنے میں تو آپ مجھے ہر روز سے زیادہ سج رہی ہیں......" میں نظر چرا کر رہ گئی، واقعی میرا حلیہ ان کے بیان سے قطعی میل نہیں کھا رہا تھا۔ باس چلے گئے تو میں نے گہری سانس لی، کیا ہو گیا تھا مجھے، اپنے اتنی بڑی، بڑی غلطیاں کروں گی تو بے عزتی تو ہو گی ناں...... میں نے پیغامات بھیج کر نیڈی کو ساری بے عزتی کی تفصیل بتائی اور وہ سن کر خوب محظوظ ہوا۔

☆☆☆

دفتر سے نکلی تو دائیں بائیں دیکھ رہی تھی کہ کوئی مجھ سے پوچھ نہ لے کہ میں اس وقت کہاں جا رہی تھی، حالانکہ میری پوزیشن ایسی نہ تھی کہ کوئی مجھ سے سوال کرتا مگر دل میں چور ہو تو ساری دنیا کوتوال نظر آتی ہے۔ گاڑی میں بیٹھ کر میں نے چادر اوڑھی، گاڑی بھی اپنی نہیں لائی تھی کہ پہچان نہ لی جاتی بلکہ اس گاڑی سے پہلے جو گاڑی میرے تصرف میں تھی وہ لے کر آئی تھی جو فالتو ہی کھڑی تھی اور کبھی کوئی چلاتا اور کبھی کوئی۔

سخت ٹینشن ہو رہی تھی، ساتھ ساتھ اس کے پیغامات آ رہے تھے، میں نے اسے بتایا کہ میں دفتر سے نکل آئی ہوں، اس نے بتایا کہ وہ بھی روانہ ہو چکا ہے۔ دل نئی تال پر دھڑک رہا تھا، عشق اور پھر چوری کی یہ ملاقات، ایک نئے تھرل کا سامنا ہونے والا تھا۔ اس وقت میں سب بھولے ہوئے تھی، اپنی حیثیت، اپنا مقام، اپنا نام...... بس یہ یاد تھا کہ اسے ملنے جا رہی ہوں۔

"کہاں پہنچی ہو؟" بار بار اس کا پیغام آ رہا تھا، میں اسے جواب دیتی اور اس کی لوکیشن کے بارے میں سوال کرتی۔ فاصلہ طے ہی نہیں ہو رہا تھا، میں نے ٹیپ کا بٹن آن کیا کہ کوئی موسیقی ہی سن لوں۔

"ابھی ہم اٹھارویں پارے سے سورۂ نور کی تلاوت اور ترجمہ سنیں گے...... آواز ہے......" کسی نے تلاوت کی کیسٹ لگا رکھی تھی، میں نے دوسری کیسٹ کی تلاش میں نظر دوڑائی مگر نہ پا کر اسے ہی آن رہنے دیا، بند کرنے کا سوچا تو ضمیر نے ملامت کی کہ اللہ کیا کہے گا کہ میں نے قرأت سننا گوارا نہیں کی۔ اس اللہ کی ناراضی کے ڈر سے میں اسے بند کرتے کرتے رک گئی اور تلاوت چلتی رہی اور میں

''ان میں سے ہر شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اوران میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو گویا انجام دیا ہے، اس کے لیے عذاب بھی بہت بڑا ہے۔''

گاڑی چلاتے ہوئے ساتھ ساتھ اسے پیغامات بھی بھیج رہی تھی۔

''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو۔''

''ایمان والو...... شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔ جو شخص شیطانی کاموں کی پیروی کرے تو وہ بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا۔''

''اللہ تعالیٰ جسے پاک کردینا چاہے، کردیتا ہے۔''

''کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے؟ اللہ تعالیٰ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے۔''

ہر پیغام کے وقفے میں، میری توجہ تلاوت اور ترجمے کی طرف مبذول ہوجاتی اور میں اس طرح اسے سن رہی تھی کہ جیسے یہ سب میرے سر کے اوپر سے گزر رہا ہو۔ میں ہوٹل پہنچ گئی تھی، قرأت سورۂ نور کی چھبیسویں آیت پر تھی، میں بے ارادہ ہی رک گئی کہ یہ آیت پوری ہوجائے۔ آیت کی تلاوت اور ترجمہ تمام ہوا۔ میں نے چادر اپنے اردگرد لپیٹی اور ہر طرف دیکھتی ہوئی باہر نکل آئی۔

''میں پہنچ گئی ہوں......'' میں نے پیغام بھیجا۔

''میں دس منٹ میں پہنچتا ہوں...... تم اندر چلو یا گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرو......''

''میں اندر جارہی ہوں......'' میں نے لکھا اور اندر کی طرف چلی، گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرنے سے مجھے ہمیشہ کوفت ہوتی تھی۔

''آج تو میں تمہیں دیکھوں گا......اور محسوس کروں گا۔''

''اچھا...... دیکھ تو لیا، محسوس کیسے کروگے؟''

میں نے ایک کونے کی طرف کی میز سنبھال کر اسے پیغام بھیجا کہ میں کہاں بیٹھی ہوں۔

''محسوس کیسے کرتے ہیں بھلا، چھوکر......''

''چھوکر؟'' میں نے لکھا۔ ''کیسے چھوؤ گے تم مجھے...... مجھے تو ابھی تک اس نے بھی نہیں چھوا جس سے میرا نکاح ہوا ہے......''

''وہ، وہ ہے اور میں، میں ہوں......'' جواب آیا۔ ''جو حق تم نے مجھے دیا ہے وہ اسے کہاں حاصل ہے؟ مجھ سے تمہیں محبت ہے...... ہے ناں؟''

''شاید......'' میں ہاں کا لفظ بھی نہ لکھ سکی۔

''تمہیں ابھی تک اپنی محبت پر شک ہے تتلی؟''

''میں نے کب کہا یہ......''

''مطلب تو یہی سمجھ میں آیا ہے مجھے، میں تمہیں چھونا چاہتا ہوں اور تم کہتی ہو کہ ممکن نہیں...... کیا میں اس ملاقات کے بعد بھی تشنہ ہی رہوں گا؟''

''ملو تو پھر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوگا!''

''پہلے وعدہ کرو......'' اس نے اصرار کیا۔

''میں ایک شریف لڑکی ہوں اور اس طرح کا وعدہ نہیں کرسکتی۔''

''تم شریف ہو تو میں بھی ایسا ہی شریف ہوں...... یقین کرو کہ تم میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہو......اور ہم شرافت کی ایک حد تو توڑ ہی رہے ہیں ناں، میں اور تم دونوں...... یوں چوری چھپے ملنا، میری تو خیر ہے، تم جو کچھ کررہی ہو وہ اس سماج کے اصولوں کے مطابق بہت بڑا گناہ ہے۔''

''اب یہاں بلا کر تم مجھے یوں گناہ اور ثواب کے چکروں میں الجھا رہے ہو؟''

''الجھا نہیں رہا جان...... کہہ رہا ہوں کہ جب ہم مل ہی رہے ہیں، ایک گناہ کر ہی رہے ہیں تو چھ کر ایک گناہ اور سہی......'' وہ یہ پیغام بھیج کر شاید ہنس رہا ہوگا......اور میرے کانوں میں چھبیسویں آیت کا ترجمہ گونج رہا تھا۔

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں......''

میری ذات کی دھجیاں اُڑ گئیں...... میں کیا تھی اور کیا کرنے جارہی تھی، کیا میں خبیث تھی...... ہاں وہ تو جو کررہا تھا سو کررہا تھا تو کیا میں بھی اسی کے پیچھے چل پڑی تھی آنکھیں بند کیے۔

''اس نے پہلے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔'' میرے دل نے کہا۔ ''تو حوصلہ افزائی تو' تو نے خود کی ناں......'' دماغ نے جواب دیا۔ میری یاد کے نہاں خانوں سے نکل، نکل کر ایک ایک لفظ جو میں نے اس کے پیغامات کی حوصلہ افزائی کے لیے اسے بھیجا تھا مجھے سامنے نظر آنے لگا...... میں بے دیکھے اس کے عشق میں گلے، گلے ڈوب چکی تھی اور اس نے تو کہہ دیا تھا کہ ہم جو کچھ کررہے تھے وہ گناہ تھا...... مجھے کیوں اس کا احساس نہ ہوا تھا۔

''پانچ منٹ میں، میں تمہارے پاس ہوں گا اور اس کے ایک منٹ کے بعد تم میری بانہوں میں۔'' اس کے آخر میں مسکراتا ہوا چہرہ......کتنا یقین تھا اسے اس بات پر۔ میری ٹانگیں لرزنے لگیں، میں ہمت کرکے اٹھ کھڑی ہوئی، بیرا لپک کر میرے پاس آیا کہ شاید مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوگی، میں نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور تیزی سے باہر کی طرف لپکی۔ اس سے پہلے کہ وہ آجائے۔

''میں جارہی ہوں......'' میں نے اسے آخری پیغام بھیجا۔ ''اس کے بعد مجھے کبھی پیغام نہ بھیجنا......'' اور میں نے فون بند کردیا۔ بھاگ کر گاڑی کے پاس پہنچی اور شام تک سڑکوں پر بے مقصد گاڑی میں گھومتی رہی۔ گھر پہنچی تو سرمد پہلے سے موجود تھا...... میں نے رک کر اسے دیکھا، سلام کیا اور اپنے کمرے میں آگئی۔ وضو کرکے نماز پڑھی، وہ میرے

کمرے میں آ گیا۔
"کیسی رہی پارٹی؟" اس نے پوچھا۔
"کون سی پارٹی؟" میں نے غائب دماغی سے پوچھا۔ "ہاں ہاں......وہ......پارٹی کینسل ہوگئی۔"
"اچھا......وہ کیوں؟" حیرت سے اس نے پوچھا۔
"وہ جس نے پارٹی پر بلایا تھا اس کے ساتھ کوئی مسئلہ ہوگیا......" میں نے بودا سا بہانہ گھڑا۔
"تم باقی لوگ خود ہی کر لیتے پارٹی۔" سرمد نے مشورہ دیا۔ "پیسے تو تھے ناں تم لوگوں کے پاس؟"
"آں ہاں......" میرا چہرہ بھی شاید میری بدحواسی کی چغلی کھانے لگا تھا۔
"تم ٹھیک تو ہو نتالیہ؟" اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور میں بے اختیار ہو کر اس کے سینے سے چمٹ گئی......اس نے مجھے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔
"آئی ایم سوری سرمد......" اس کے ہونٹوں کا لمس میرے بالوں سے ہوتا ہوا، میرے سر کی کھال سے میرے دماغ تک اتر گیا، میں نے خود کو دل و جان سے اس کے حوالے کر دیا۔

☆☆☆

خالہ کا یقین واثق تھا کہ سخت سے سخت دل عورت بھی کبھی نہ کبھی مرد کی محبت سے نرم پڑ جاتی ہے......اور بعض عورتیں ٹھوکر کھا کر سنبھلتی ہیں......
جس سب کو آپ اتفاق سمجھ رہے ہیں، وہ سب میرے پلان کا حصہ تھا' مجھے ایک دفعہ باتوں، باتوں میں عائشہ نے بتایا تھا کہ نتالیہ کو بچپن میں کچھ کزنز شرارت سے تتلی کہتے تھے کیونکہ وہ ہر ایک کی توجہ کے لیے بھاگتی پھرتی تھی۔
میرے ذہن نے ایک منصوبہ ترتیب دیا اور اس پر عمل کر کے میں نے اسے آزمایا، سوچا کہ اگر وہ نیڈی سے ملنے کے لیے رک جاتی......تو سرمد کو کھو دیتی، اگر وہ وہیں بیٹھی رہ جاتی تو میرے دل سے اتھ جاتی۔ میں نے اسے للچایا اور ایک ایسی محبت میں گرفتار کیا جس کا کوئی انت نہیں ہوتا۔ اس کے اندر کی عورت کو جگایا اور دیکھنا چاہا کہ اگر میری محبت میں طاقت ہوئی اور میرے جذبوں میں صداقت......تو وہ لوٹ آئے گی، بہ صورتِ دیگر وہی ہوتا جس کا مطالبہ اس نے اول روز ہی کر دیا تھا۔
دیر سے ہی سہی مگر میں نے اسے پا لیا تھا، اب وہ مجھے پیار کرتی ہے، کھلی آنکھوں سے مجھے دیکھتی ہے اور بابا اور خالہ آئیں گے تو یہ سن کر خوش ہوں گے کہ جلد ہی ان کے آنگن میں ننھی قلقاریاں گونجیں گی، انشاءاللہ......!

☆☆☆

جس بات کو وہ دونوں نہیں جانتے تھے، وہ یہ تھی کہ جسے سرمد اپنی محبت کی طاقت سمجھ رہا تھا وہ دراصل کلام پاک کی وہ طاقت ہے کہ جو دلوں پر پڑے قفل توڑ دیتی ہے......سخت سے سخت دل کو بھی موم کر دینے والی طاقت اللہ سے محبت ہے جو انسان کو راہ سے بھٹکنے نہیں دیتی، اس ٹیپ کا اس وقت اس گاڑی میں لگے ہونے میں سرمد کی کوئی پلاننگ نہیں تھی۔ بلکہ یہ اللہ کی پلاننگ تھی جس نے اسے اس کھائی میں گرنے سے بچا لیا۔
سرمد فتح اور نتالیہ جرم کے اس احساس میں مبتلا رہ کر جئیں گے جس کا اظہار وہ دونوں ایک دوسرے سے نہیں کر سکیں گے......نتالیہ نے اپنا فون نمبر تبدیل کر لیا اور facebook کی اپنی اس ID کو بھی ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں اس گناہ کے باب کو ختم کر دیا ہے مگر سرمد اب بھی کبھی کبھار اس ID پر اسے پیغامات بھیجتا ہے محض یہ چیک کرنے کے لیے کہ کہیں اس کی محبت میں کمی محسوس کر کے وہ دوبارہ نیڈی کی طرف نہ پلٹ جائے۔